آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے | لو تمہیں طورِ تسلی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنی

دنیا کے مذاہب پر آزاد نظر

جلد ۱۱ | بابت ماہ جولائی سنہ ۱۹۱۲ء | شعبان سنہ ۱۳۳۰ ہجری المقدس | نمبر ۷

چندہ سالانہ عوام سے عمار طلبا سے عہ

فہرست مضامین

قادیان ضلع گورداسپور سے ۲۰ جولائی سنہ ۱۹۱۲ء کو صدر انجمن احمدیہ کے اہتمام سے شائع ہوا۔

قصائد احمدیہ
من الامام
حُجّۃ الاسلام

حضرت اقدسؑ کی اُردو اور فارسی نظمیں تو پہلے الگ شائع ہو چکی ہیں مگر ابتک آپکے عربی قصائد الگ رسالہ کی شکل میں شائع نہیں ہوئے تھے اب عربی قصائد بھی جمع کر کے ایک کتاب کی شکل میں شائع کئے گئے ہیں۔ یہ قصائد نہ صرف معارف و اسرار سے لبریز ہیں اور حمد الٰہی اور نعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خزائن اور حضرت اقدسؑ کے دلائل سے پُر ہیں بلکہ عربی سیکھنے کا بھی ایک اعلیٰ ذریعہ ہیں۔ یہ کتاب ۱۵۸ صفحوں پر ختم ہوتی ہے۔ قیمت صرف ۱۲ر شائقین دفتر میگزین قادیان سے طلب کریں۔

پارہ اوّل دوم۔ سوم

چونکہ ایسے قرآن شریف یا علیحدہ پارے بہت کم ملتے ہیں جنپر اعراب صحیح لکھے ہوں اور قاعدہ یسرنا القرآن ختم کر کے بچے بآسانی قرآن شریف پڑھ سکیں۔ ہم نے یہ دقت محسوس کر کے قاعدہ یسرنا القرآن کی طرز پر پارہ اوّل۔ دوم۔ سوم خاص اہتمام سے چھپوائے ہیں۔ جو احباب اپنے بچوں کو قاعدہ یسرنا القرآن شروع کرواتے ہیں۔ انہیں چاہیئے کہ قاعدہ ختم ہونے پر پہلے یہ پارے پڑھوائیں تا بچہ کو قرآن شریف پڑھنے میں دقت نہ ہو۔ یہ پارے ان بچوں کے لیئے بھی مفید ہیں جو دوسرے قاعدے پڑھتے ہیں۔ کیونکہ انپر اعراب بہت صحیح اور اپنے اپنے موقعہ پر دیئے گئے ہیں؛

نیز ہم نے ایسے قرآن شریف بھی منگوائے ہیں جو نسبتاً بہت صحیح ہیں اور اعراب اپنے اپنے موقعہ پر صحیح دیئے ہیں۔ ہماری رائے میں عام قرآن شریفوں کی نسبت انپر پڑھنے سے بچوں کو بہت سہولت ہوگی۔ تینوں پارے ۱ر فی پارہ کے حساب سے اور قرآن شریف مجلد عہ ہر دفتر میگزین قادیان سے مل سکتے ہیں؛

اطلاع:۔ خریداران ریویو کی خدمت میں التماس ہے کہ خط و کتابت کے وقت اپنا نمبر خریداری کا حوالہ ضرور دیا کریں ورنہ تعمیل ارشاد میں توقف ہو جائے تو معاف فرما دیں؛ (مینیجر)

ڈاکٹر کی ہدایت

ہر ایک قسم کے بخار کے لیئے باٹلی والا کا بخار کا عرق اور گولیاں استعمال کرنی چاہیئے قیمت عہ باٹلی والا کی مقوّی گولیاں ضعف دماغ۔ ضعف اعصاب۔ دق کے ابتدائی عوارض اور بدہضمی کیلیئے بہت مفید ہیں قیمت عہ ۸ر باٹلی والا کا دانتوں کا منجن۔ نہایت مفید قیمت ۲ر باٹلی والا کی مرہم۔ داد پھوڑے۔ پھنسیوں وغیرہ کو ایک دن میں آرام ہو جاتا ہے قیمت ۴ر یہ ادویہ تمام بڑے بڑے دوا فروشوں سے یا براہِ راست ڈاکٹر ایچ۔ ایل۔ باٹلی والا۔ جے پی وارلی لیبوریٹری۔ دادر۔ بمبئی سے مل سکتی ہیں؛

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

کیا احکام قرآنی دربارۂ جہاد منسوخ شدہ ہیں؟

نمبر ۳

جن معترضین کا یہ دعویٰ ہے کہ اگرچہ ابتداء میں صرف ایسے کفار سے لڑنے کا حکم تھا جو مسلمانوں سے جنگ میں ابتداء کرتے مگر آخر میں یہ حکم منسوخ ہو گیا اور ہر ایک کافر سے جنگ کرنے کا حکم صادر ہوا اور آیت لَاۤ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ اور اس قسم کی تمام دوسری آیات منسوخ قرار دی گئیں اور کُل کفار کو بجبر اسلام میں داخل کرنے کے لئے تلواریں نیام سے نکالی گئیں وہ اپنے اس دعوے کی تائید میں ایک حدیث شریف بھی اکثر پیش کیا کرتے ہیں جو بخاری جلد اول کتاب الایمان میں درج ہے اور وہ حدیث یہ ہے عن ابن عمر ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال امرت ان اقاتل الناس حتّٰی یشھدوا ان لا الٰہ الا اللّٰہ وان محمدا رسول اللّٰہ ویقیموا الصلوٰۃ ویؤتوا الزکاۃ فاذا فعلوا ذٰلک عصموا منی دماءھم واموالھم الا بحق الاسلام وحسابھم علی اللّٰہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اسوقت تک جنگ کروں کہ وہ شہادت دیں کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمدؐ اللہ تعالیٰ کا رسول ہے اور نمازوں کو قائم کریں اور زکوٰۃ دیں۔ پس جب وہ ایسا کریں تو انہوں نے اپنے خونوں اور مالوں کو مجھ سے بچا لیا (سوائے ایسی صورتوں کے جن میں اسلامی شریعت کے بموجب دوسرے مسلمان بھی شامل ہیں) اور اُن کا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے۔ اس حدیث سے یہ نتیجہ نکالا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لڑائی کفار سے اس وجہ سے تھی کہ انکو بجبر مسلمان کیا جائے

حالانکہ اس حدیث سے ایسا نتیجہ نکالنا درست نہیں۔ اس حدیث کے سمجھنے میں پہلی غلطی معترضین کو یہ لگی ہے کہ انہوں نے الناس کے لفظ کو عام بنا لیا ہے حالانکہ اگر وہ خود ہی غور کر کے دیکھیں تو انکو تسلیم کرنا پڑے گا کہ الناس کو عام سمجھنا سخت غلطی ہے۔ تمام معترضین اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ جب اہل کتاب سے مسلمانوں کی جنگ ہو تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے۔ نماز پڑھنے۔ اور زکوٰۃ دینے کے بغیر بھی اپنے جرموں کی معافی حاصل کر سکتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ وہ مقابلہ چھوڑ کر مسلمانوں کی سلطنت میں امن سے رہنا منظور کر لیں اور اُس امن اور حفاظت کے عوض میں جو مسلمانوں کی سلطنت میں آن کو حاصل ہے ایک معمولی ٹیکس ادا کر دیا کریں جس کا نام اسلامی اصطلاح میں جزیہ ہے۔ یہ ایک ایسا مسلمہ امر ہے جس سے مخالفین اسلام کو بھی انکار نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ حدیث مذکورہ بالا میں لفظ الناس میں کل انسان شامل نہیں ہو سکتے کیونکہ ہم جانتے ہیں اور خود معترضین اسلام قبول کرتے ہیں کہ اس حدیث کا اطلاق اہل کتاب پر نہیں ہو سکتا۔ اس لیئے اُن کو ماننا پڑے گا کہ الناس میں اہل کتاب شامل نہیں۔ یعنی اس حدیث میں جو لفظ الناس کا آیا ہے وہ عام نہیں بلکہ خاص قوموں سے تعلق رکھتا ہے قرآن شریف کی جو آیت کریمہ اہل کتاب کو اس حدیث کے مفہوم سے باہر رکھتی ہے وہ یہ ہے:-

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ۝ (توبہ - آیت ۲۹)

پس جب قرآن مجید کی ایک آیت کی وجہ سے ہم اس بات پر مجبور ہیں کہ الناس کے لفظ کو محدود معنوں میں لیں اور اس کو عام نہ ٹھہرائیں تو ہم پر واجب ہے کہ ہم یہ دیکھنے کیلیئے بھی کہ یہاں الناس سے کون لوگ مراد ہیں قرآن شریف کی طرف ہی رجوع کریں۔ یہ تو ثابت ہو گیا اور سخت سے سخت معاندین کو اس امر کے قبول کرنے سے چارہ نہیں کہ یہاں الناس میں اہل کتاب شامل نہیں یا دوسرے لفظوں میں یوں کہو کہ حدیث مذکور میں لفظ الناس عام نہیں بلکہ خاص لوگوں سے تعلق رکھتا ہے۔ جب الناس کا اپنے معنوں میں محدود ہونا ثابت ہو گیا تو اب معترضین کو حق حاصل نہیں کہ اس لفظ کو کل دنیا کے لوگوں پر چسپاں کر کے یہ نتیجہ نکالیں کہ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے کل دنیا کے لوگوں کو بجبر مسلمان بنانے یا قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔ اب رہا یہ دیکھنا کہ یہاں وہ کونسے خاص لوگ مراد ہیں۔ اس کے دیکھنے کے لیئے ہمارے لیئے ضروری ہے کہ ہم قرآن شریف کو کھولیں اور دیکھیں کہ کہاں ایسے لوگوں کا ذکر ہے جن پر یہ حدیث صادق آتی ہے اور جب ہم اس غرض کے لیئے قرآن مجید کی طرف رجوع کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ یہ حدیث لفظ بہ لفظ سورہ توبہ کی اُس آیہ کریمہ پر مطابق آتی ہے جس پر میں گذشتہ مضمون میں بحث کر چکا ہوں وہ آیت حسب ذیل ہے فَإِذَا انْسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ وَخُذُوهُمْ وَاحْصُرُوهُمْ وَاقْعُدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَوٰةَ وَآتَوُا الزَّكَوٰةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ إِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ

(ترجمہ) پھر جب امان کے مہینے گذر جائیں تو مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو اور اُن کو قید کر لو اور گھیر لو اور اُن کی تاک میں ہر گھات کی جگہ بیٹھو اور اگر وہ توبہ کریں اور نماز کو قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو اُنکے حال پر اُن کو چھوڑ دو۔ بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

حدیث مذکورہ اور مندرجہ بالا آیت کریمہ کا مقابلہ کرنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جن الناس کا ذکر حدیث شریف میں ہے وہ وہی لوگ ہیں جن کا ذکر آیت متذکرہ بالا میں ہے چنانچہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس حدیث کو اسی آیۃ کریمہ کے نیچے رکھکر یہ بتلایا ہے کہ اس حدیث اور اس آیۃ کریمہ کا مضمون ایک ہی ہے۔ علاوہ ازیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس حدیث کے شروع میں فرمایا ہے اُمِرْتُ یعنی مجھے خدائے تعالیٰ کی طرف سے حکم ملا ہے۔ یہ لفظ بھی اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ یہ حدیث کسی آیت قرآنی سے تعلق رکھتی ہے۔ پس اس میں کچھ شک نہیں کہ اس حدیث کا مضمون کسی آیت قرآنی کے مطابق ہے اور وہ آیت قرآنی وہی ہے جو میں اوپر نقل کر چکا ہوں کیونکہ ان دونوں کا مضمون واحد ہے پس اس حدیث میں جو لفظ الناس کا آیا ہے وہ وہی لوگ ہیں جن کا ذکر آیۂ موصوفہ میں ہے یعنی الناس سے وہ مشرکین مراد ہیں جن سے جنگ کرنے کا اور جن کے اسلام قبول کرنے پر اُن سے درگذر کرنے کا

حکم آیت مذکورہ بالا میں دیا گیا۔ اب اگر اس آیت میں تمام مشرکین سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے تو اس میں کچھ شک نہ ہوگا کہ حدیث شریف میں بھی الناس سے تمام مشرکین ہی مراد ہیں لیکن اگر آیت کریمہ تمام مشرکین کے بارے میں نہیں ہے بلکہ خاص قبائل عرب سے تعلق رکھتی ہے تو ہمیں ماننا پڑے گا کہ حدیث زیر بحث میں بھی الناس سے تمام مشرکین مراد نہیں ہیں بلکہ وہی خاص قبائل عرب مراد ہیں جن کا ذکر آیت مذکورہ بالا میں ہے۔ اور میں گذشتہ مضمون میں اس آیۂ کریمہ پر بحث کرتے ہوئے یہ دکھا چکا ہوں کہ یہ آیت دنیا کے کُل مشرکین کے متعلق نہیں ہے اور نہ ہی عرب کے کُل مشرکین کے بارے میں ہے بلکہ اس میں صرف اُن قبائل سے جنگ کرنے کا حکم ہے جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے صلح کا معاہدہ کیا تھا مگر انہوں نے اُن معاہدوں کو توڑ ڈالا اور وہ اسلام کی بیخکنی پر ایسے تُلے ہوئے تھے کہ جب اُن کو موقعہ ملتا تو نہ وہ اپنے عہد کا پاس رکھتے اور نہ قرابت و رشتہ داری کے تعلقات اُنکے خونریز ہاتھوں کو مسلمانوں کا خون بہانے سے روک سکتے تھے۔ ایسے بدعہد اور خونی دشمنوں کے بارے میں مسلمانوں کے لیئے کوئی ضروری نہ تھا کہ انکو باقاعدہ طور پر عہدوں کے منسوخ ہونے کا نوٹس دیا جاتا اور انکو کچھ مہلت دیجاتی کیونکہ سارے عہد انکی عہد شکنی کے ساتھ ہی منسوخ ہو چکے تھے اور باوجود عہدوں کے اور باوجود رشتہ داری کے تعلقات کے اُن کا مسلمانوں کو قتل کر دینا مسلمانوں کو پورا حق دیتا تھا کہ وہ بلاکسی باضابطہ اطلاع کے ان دغاباز دشمنوں پر حملہ کرتے مگر قرآن شریف کی تعلیم کیا ہی رحم پر مبنی ہے کہ ایسے لوگوں کو بھی پہلے اطلاع دی گئی کہ چونکہ تم خود عہد شکنی اور دغا کے مرتکب ہو چکے ہو اس لیئے وہ عہد ٹوٹ چکے اور اگر چہ تم نے عہد ناموں کی آڑ میں مسلمانوں سے دغا کی ہے مگر مسلمان اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ وہ بھی تمھاری طرح عہد ناموں کو دھوکہ بازی کا ذریعہ ٹھہرائیں اور تم سے یہ ظاہر کرتے ہوئے کہ ہمارا عہد تمھارے ساتھ قائم ہے تمھیں دھوکہ میں رکھیں اور تمھاری طرح موقعہ پا کر تمھیں مالی اور جانی نقصان پہنچائیں۔ مسلمان ایسی فریب بازی اور کمینہ پن کے مرتکب نہیں ہو سکتے اس لیئے مسلمانوں نے قبل از وقت

اپنے بدعہد دشمنوں کو آگاہ کر دیا کہ چونکہ تم خود عہدوں کو توڑ چکے ہو اور اپنی بے ایمانی کا ثبوت دے چکے ہو اس لیئے تم ہوشیار ہو جاؤ کہ گذشتہ عہد و پیمان منسوخ ہو گئے ہیں۔ یہ اعلان بھی ایک رحم تھا کیونکہ وہ اپنے کرتوتوں کی وجہ سے ایسی اطلاع کے مستحق نہیں تھے۔ پھر دوسرا رحم اُنپر یہ کیا گیا کہ یہ اعلان بلند آواز کے ساتھ حج اکبر کے دن مکہ معظمہ میں کیا گیا جہاں تمام اطراف کے مشرک جمع تھے۔ یہ اس لیئے کیا گیا کہ کوئی دشمن بے خبر نہ رہ جائے بلکہ سب آگاہ ہو جاویں اور اپنی حفاظت کا سامان کرلیں۔ تیسرا رحم اُنپر یہ کیا گیا کہ آج کل کی مہذب سلطنتوں کی طرح ۱۲ یا ۲۴ یا ۴۸ گھنٹوں کا الٹی میٹم نہیں دیا بلکہ اعلان کی تاریخ سے پورے چار ماہ کی مہلت اُنکو دی گئی ایسے دغاباز اور خونی دشمنوں کے لیئے اس سے زیادہ کیا رعایت ہو سکتی تھی۔ چوتھا رحم اُن سے یہ کیا گیا کہ خدائے تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ اگر انہیں سے کوئی شخص بطیب خاطر اسلام قبول کرے تو اُس کو معاف کر دو کیونکہ خدا بھی غفور رحیم ہے تم بھی الٰہی اخلاق کے ساتھ اپنے تئیں رنگین کرو۔ یہ حکم اس لیئے دیا کہ چونکہ مشرک سخت بدعہدیوں اور خونریزیوں کے مرتکب ہو چکے ہیں جیسا سورہ توبہ کی ابتدائی آیات سے ظاہر ہوتا ہے اس لیئے اگر خدائے تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کو یہ حکم نہ ہوتا کہ اسلام قبول کرنے والوں سے تعرض نہ کرو تو خطرہ تھا کہ مسلمان باوجود اُنکے اسلام قبول کرنے کے بھی اُن کو قتل کر دیتے کیونکہ ایک تو وہ پہلے دغابازی کے مرتکب ہو چکے تھے اس لیئے اُن کے کسی قول و فعل کا اعتبار نہیں تھا اور دوسرے وہ ایسے جرائم کے مرتکب ہو چکے تھے کہ وہ سزائے قتل کے مستحق تھے۔ اس لیئے خدائے تعالیٰ اُنکو حکم دیتا ہے کہ تمھارا یہ کام نہیں کہ لوگوں کے دل چیر کر دیکھو۔ اگر کوئی شخص بظاہر اسلام قبول کرتا ہے اور شعار اسلام مثلاً نماز۔ زکوٰۃ۔ کو اختیار کرتا ہے تو تمھیں کوئی حق نہیں کہ اُسپر بدظنی کرو اور اگرچہ یہ لوگ سزائے قتل کے مستحق ہیں مگر تم اُنپر یہ رحم کرو کہ اسلام میں داخل ہونے پر اُن کے جرموں سے درگذر کرو۔ عام صورتوں میں تو مسلمانوں کو حکم تھا کہ اگر دشمن صلح کی طرف جھکے تو مسلمان بھی

صلح کی طرف جھک آئیں۔ مگر موجودہ صورت میں دشمن نے اپنے چال چلن سے ثابت کر دیا تھا کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ برتاؤ کرنے میں نہ کسی عہد کی پابندی کرتے ہیں اور نہ قرابت و رشتہ داری کا کچھ پاس کرتے ہیں۔ اس لئے اب اُن سے صلح کرنا دیدہ دانستہ ہلاکت کو مول لینا تھا مگر پھر بھی خدائے تعالیٰ نے اُن پر یہ رحم کیا کہ اگر ان میں سے کوئی اسلامی شعار کی پابندی اختیار کرے تو مسلمانوں کو حکم دیا کہ ایسے شخص کو معاف کر دیں اور اُس کو اُسکے حال پر چھوڑ دیں اگر خدائے تعالیٰ اور اُس کے رسول کا یہ حکم نہ ہوتا تو جیسا کہ بعض صحابہؓ نے عملی طور پر بعض موقعوں پر لوگوں کو باوجود لا الٰہ الا اللہ کہنے کے قتل کر دیا وہ اپنے خونی دشمنوں کے اسلام لانے کو محض بناوٹ پر محمول کر کے اُن کو قتل کرنے سے دریغ نہ کرتے۔ پانچواں رحم اُن پر یہ کیا کہ اگر اُن میں سے کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ مانگے تو اُس کو پناہ دیجاوے اور اُس کو کلام اللہ کے سُننے کا موقعہ دیا جاوے۔ اس کے بعد اگر وہ مشرک رہنا ہی پسند کرے تو اُس پر کوئی جبر نہ کیا جاوے بلکہ اُس کو اُسکے امن کی جگہ میں حفاظت کے ساتھ پہنچا دیا جائے۔ وہ آیت حسب ذیل ہے وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلَامَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۝ اور اگر کوئی شخص مشرکوں میں سے تیری پناہ مانگے تو اُسے پناہ دو یہانتک کہ وہ خدائے تعالیٰ کے کلام کو سن لے۔ پھر اُس کو اُسکے امن کی جگہ میں پہنچا دو۔ یہ عایت اس واسطے ہے کہ وہ ایک لا یعلم قوم ہے۔ یہ آیت کریمہ اس بات کی ایک بیّن دلیل ہے کہ جن مشرکین سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا تھا وہ حکم اس لئے نہیں دیا گیا تھا کہ اُنکو بجبر مسلمان کیا جاوے کیونکہ اگر بجبر مسلمان کرنا جنگ کی غرض ہوتی تو جو شخص باوجود خدائے تعالیٰ کا کلام سننے کے اسلام کو قبول نہ کرتا اُس کی نسبت یہ حکم نہیں ہونا چاہیئے تھا کہ اُس کو امن کی جگہ میں حفاظت کے ساتھ پہنچا دو بلکہ یہ حکم ہونا چاہیئے تھا کہ اُس کا سر تلوار سے قلم کر دو۔ غرض سورہ توبہ کی ابتدائی آیات پر غور کرنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جنگ صرف اُن مشرکین کے ساتھ تھا جنہوں نے خود ابتدا کی تھی اور جو عہد شکنیوں کے اور خونریزیوں کے مرتکب ہوئے تھے

اور جن کا عناد اسلام کے ساتھ اس حد تک بڑھا ہوا تھا کہ وہ مسلمانوں کے قتل کرنے میں نہ اپنے عہد کا خیال رکھتے تھے اور نہ رشتہ داری کا پاس اور یہ جنگ بجز مسلمان کرنے کے بند نہیں تھی ہاں مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا کہ اگر کوئی شخص اسلام قبول کرے تو اُس کو اس خیال سے قتل نہ کرو کہ وہ صرف جان بچانے کیلئے مسلمان ہوتا ہے اُس کے دل کا حال خدائے تعالیٰ بہتر جانتا ہے اس لیئے اگر ظاہری طور پر کوئی شخص اسلام قبول کرے تو مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ وہ اُس سے تعرض نہ کریں۔ اور میں پہلے دکھا چکا ہوں کہ حدیث زیر بحث اور آیت مذکورہ بالا کا مضمون واحد ہے اس لیئے جیسا آیت مذکورہ سب مشرکین کے حق میں نہیں ہے بلکہ ملک عرب کے خاص قبائل سے تعلق رکھتی ہے جو مستحق قتل تھے اسی طرح حدیث زیر بحث میں لفظ الناس نہ کُل دنیا کے غیر مسلموں کے متعلق ہے اور نہ ہی کُل دنیا کے مشرکین کے متعلق ہے بلکہ اس کا تعلق بھی صرف انہی قبائل عرب سے ہے جن کا ذکر آیت مذکورہ میں ہے۔ اور میں اس آیت پر گزشتہ پرچہ میں مفصل بحث کر چکا ہوں؛

حدیث کے اور الفاظ بھی اس امر کی تائید کرتے ہیں کہ یہ حدیث عام انسانوں کے متعلق نہیں ہے بلکہ ایسے لوگوں کے متعلق ہے جو اپنے افعال کی وجہ سے اس بات کے مستحق ہو گئے تھے کہ اُن کی جانیں ماری جائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ فاذا فعلوا ذٰلك عصموا منی دماءھم واموالھم۔ یعنی جب وہ ایمان لائیں اور نماز و زکوٰۃ ادا کریں تو انہوں نے اپنے خونوں اور مالوں کو مجھ سے بچا لیا۔ ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ وہ اس امر کے قابل تھے کہ اُن کو قتل کیا جاتا اور اُن کے مالوں کو چھین لیا جاتا۔ اور لفظ اُمِرْتُ جو حدیث شریف کے ابتداء میں ہے ظاہر کرتا ہے کہ اُن کا قتل کرنا خدائے تعالیٰ کے حکم کے بموجب تھا مگر ہم قرآن شریف میں ایک بھی ایسی آیت نہیں پاتے جس میں عام انسانوں کے بلا وجہ قتل کرنیکا حکم ہو بلکہ قرآن شریف میں تو لکھا ہے مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَیْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَکَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًا یعنی جو شخص کسی شخص کو بدون اسکے

کہ اُس نے کسی اور انسان کو قتل کیا ہو یا زمین میں فساد کرنے کا مرتکب ہوا ہو قتل کرے گا تو یہ ایک ایسا خطرناک گناہ ہے کہ گویا اُس نے کُل انسانوں کو قتل کر دیا۔ ہاں قرآن شریف پر جب ہم نظر کرتے ہیں تو ایسے مشرکین کے ساتھ جنگ کرنے کا حکم دیا گیا تھا جنھوں نے مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے میں ابتداء کی تھی اور جو اس بات پر تُلے ہوئے تھے کہ اسلام کو جڑھ سے اکھیڑ دیں۔ قرآن شریف عام کفار کے ساتھ کہیں جنگ کرنے کا حکم نہیں دیتا بلکہ اس میں یہ صاف حکم ہے کہ جو کفار تمھارے برخلاف ہتھیار نہیں اٹھاتے اور نہ دوسرے لوگوں کی تمھارے برخلاف مدد کرتے ہیں اُن سے تم نیکی کرو جیسا کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝ غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ اگر یہ لوگ ایمان لائیں تو انہوں نے اپنی جانوں اور مالوں کو مجھ سے بچا لیا یہ ظاہر کرتا ہے کہ آپ اُن لوگوں کا ذکر فرما رہے تھے جن کے قتل کرنے کا آپ کو حکم دیا گیا تھا اور قرآن شریف سے صاف ظاہر ہے کہ یہ لوگ وہ تھے جنھوں نے پہلے مسلمانوں کے خون بہائے تھے اور مسلمانوں کی بیخکنی کے درپے تھے۔

پھر اسی حدیث شریف میں ایک اور فقرہ ہے جو بالکل واضح کر دیتا ہے کہ جن لوگوں کا آپ نے اس حدیث میں ذکر فرمایا وہ وہی لوگ تھے جو اسلام کے خونی دشمن تھے اور نیز یہ کہ آپ کا جنگ اسلیئے نہیں تھا کہ آپ لوگوں کو مسلمان بننے کے لیئے مجبور کریں۔ آپ کے وہ کلمات طیبات یہ ہیں وحسابھم علی اللہ یعنی اسلام لا کر وہ مجھ سے تو اپنی جانیں بچا لیں گے آگے یہ امر کہ انہوں نے صرف جان بچانے کے لیئے اسلام قبول کیا ہے یا سچے دل سے مشرف باسلام ہوئے ہیں اس کا علم خدائے تعالیٰ کو ہے اور وہی اُن کا حسیب ہے۔ ان الفاظ مبارک سے صاف یہ خوشبو آ رہی ہے کہ آپ کا اُن سے جنگ کرنا اس لیئے نہیں تھا کہ زور سے اور جبر کے ساتھ اُنکو اسلام میں داخل کریں۔ کیونکہ جس شخص کو انسان زبردستی کسی مذہب میں داخل کرتا ہے

وہ خود جانتا ہے کہ اس نے اسلام اکراہاً قبول کیا ہے کیونکہ مَیں نے اس کی گردن پر تلوار رکھکر اس کو کہا تھا کہ یا تو اسلام میں داخل ہو یا مَیں تیری گردن کاٹتا ہوں۔ ایسا شخص جب اسلام قبول کرے گا تو اس میں شک نہیں کہ اُس نے اس تلوار کے خوف سے اسلام قبول کیا جو اُسکی گردن پر رکھی گئی تھی۔ پس آپ کا یہ فرمانا کہ جو لوگ اسلام قبول کریں گے وہ مجھ سے تو اپنی جان بچالیں گے آگے اُن کا حساب خدائے تعالیٰ پر ہے یہ ظاہر کرتا ہے کہ آپنے اُن کے ساتھ اس لیئے جنگ نہیں کی تھی کہ انکو اسلام لانے کے لیئے مجبور کریں بلکہ آپ کی جنگ کے اسباب اور تھے اور آپنے اُن کی گردنوں پر تلوار رکھکر اُن کو یہ دھمکی نہیں دی تھی کہ اسلام قبول کرو ورنہ تمھاری گردنیں کاٹ دیجائیں گی بلکہ آپنے اس لیئے اُن پر تلوار اُٹھائی تھی کہ اُنھوں نے پہلے مسلمانوں پر تلوار چلائی تھی مگر جب اُنھوں نے اسلام قبول کر لیا تو آپ بموجب حکم الٰہی مجبور ہوئے کہ اُن سے درگذر کریں اور آگے اس بات کا علم کہ اُن کا اسلام سچّا ہے یا بناوٹی اس کا علم خدائے تعالیٰ کو تھا۔ جو شخص کسی کو جبر سے مسلمان کرتا ہے وہ یہ الفاظ کبھی بھی اپنے مُنہ سے نہیں نکال سکتا کہ حسابہ علی اللہ یعنی اس کا حساب اللہ پر ہے وہ اس کے ایمان کی اصل حقیقت کو جانتا ہے یہ الفاظ تو ایسے شخص کے مُنہ سے ہی نکل سکتے ہیں جس نے خود کسی کو جبر سے مسلمان نہیں کیا بلکہ اسلام لانیوالے نے خود بخود اسلام قبول کیا ہے ایسے شخص کا حال خدائے تعالیٰ جانتا ہے کہ آیا اُس نے دنیاوی فائدہ کو مدِ نظر رکھکر اسلام قبول کیا ہے یا محض ابتغاءً لوجہ اللہ۔ غرض اسمیں ذرا بھی شک نہیں کہ (۱) حدیث زیر بحث میں جو لفظ الناس آیا ہے اُس سے کل دنیا کے عام انسان مراد نہیں (۲) یہ کہ اس سے مراد وہی مشرکین عرب تھے جن کا ذکر سورہ توبہ کی آیت ۵ میں ہے (۳) یہ ایسے لوگ تھے جنھوں نے جنگ کرنے میں ابتداء کی تھی اور جو اسلام کے جانی دشمن تھے اور چونکہ انھوں نے مسلمانوں کے خون بہانے میں ابتداء کی تھی اس لیئے وہ اس کے مستحق ہو گئے تھے کہ انکے

بھی خون بہائے جاتے (۴) جنگ کرنے کی غرض بجبر اسلام میں داخل کرنا نہیں تھا (۵) اُن خونی دشمنوں پر یہ رحم کیا گیا کہ خدائے تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ اگر ان خونی دشمنوں میں سے بھی کوئی شخص مسلمانوں میں داخل ہو جاوے تو اُس سے درگزر کی جاوے (۶) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسلام لانے پر اپنے خونی دشمنوں سے درگذر الٰہی حکم کے ماتحت تھا اور خدائے تعالیٰ کی طرف سے یہ ہدایت تھی کہ اگر کوئی شخص تمھارے دشمنوں میں سے اسلام قبول کرے تو اس سے درگذر کرو اور اُس کے ایمان کی صداقت یا عدم صداقت کو حوالہ خدا کرو۔

اب مَیں پھر سورۃ التوبہ کی آیت ۵ کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ اس آیت کا ہرگز یہ منشا نہ تھا کہ زبردستی لوگوں کو اسلام میں داخل کیا جاوے کیونکہ ایسا ایمان جو زبردستی سے قبول کروایا گیا ہو ایک منافقانہ ایمان ہوگا جس کو اسی سورۃ میں بہت زور شور سے رد کیا گیا ہے۔ اور غالباً قرآن شریف کی کسی اور سورۃ میں نفاق کی تردید ایسے زور سے نہیں کی گئی جیسی کہ اس سورۃ شریف میں کی گئی ہے مگر خوبی قسمت کہ یسوعی صاحبان اسی سورۃ کو بطور سند کے گردانتے ہیں کہ اس کے رو سے زبردستی اسلام پھیلانے کا حکم دیا گیا ہے یہ مناسب ہوگا کہ اس سورہ کی چند آیات جو منافقانہ ایمان کی تردید میں ہیں یہاں درج کر دی جاویں:

(۱) قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ ؕ اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ۝ وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّاۤ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ۝ (سورۃ التوبہ آیت ۵۳-۵۴) کہدے (منافقوں کو) تم خوشی سے خرچ کرو یا ناخوشی سے تمھارا خرچ کیا ہوا ہرگز مقبول نہ ہوگا۔ کیونکہ تم بدعہد لوگ ہو۔ اور اُن کی خیرات اُنکی طرف سے قبول نہ ہونے کی وجہ یہی ہے کہ انہوں نے اللہ اور اُس کے رسول کو نہ مانا اور نماز کے لیئے نہیں آتے مگر الکساتے

ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے مگر دو بھر سمجھکر۔

(۲) وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا هِيَ حَسْبُهُمْ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ (سورہ التوبہ آیت ۶۸) ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں سے اور کفار سے نار جہنم کا وعدہ کیا ہے وہ اس میں رہ پڑیں گے یہ اُنکے لیئے کافی ہے اور انپر اللہ کی لعنت ہے اور اُنکے لیئے قائم رہنے والا عذاب ہے۔

(۳) اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ (سورہ التوبہ آیت ۸۰) ترجمہ۔ انکے لیئے مغفرت مانگ یا نہ مانگ (یہ برابر ہے) اگر تو ۷۰ دفعہ بھی انکے لیئے مغفرت مانگے اللہ تعالیٰ اُنکو ہرگز معاف نہ کرے گا۔ یہ اس لیئے کہ ان لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول کا انکار کیا اور اللہ تعالیٰ فاسق لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

(۴) وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ (سورۃ التوبہ آیت ۸۴) اور ان میں سے کسی کے لیئے بھی جو مر جاوے ہرگز دعا نہ مانگ اور نہ اس کی قبر پر کھڑا ہو۔

جب یہی سورۃ منافق کی ایسے زور سے مذمت کرتی ہے تو پھر یہ خیال کرنا کہ اسی سورۃ کے بموجب مخالفین اسلام کو زبردستی مسلمان بنانے کے لیئے حکم دیا گیا ہے سخت بیہودہ پن ہے یہ آخری نازل شدہ سورۃ ہے اور اس لیئے یسوعی صاحبان ان آیاتکے بارے میں جو منافقت کی مذمت میں ہیں یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ بھی منسوخ شدہ ہیں۔ مَیں نے واضح دلائل سے ثابت کر دیا ہے کہ مسلمانوں کو صرف اُن لوگوں سے لڑنے کا حکم دیا گیا تھا جو ظلم اور بدعہدی کے مرتکب ہو چکے تھے اور یہ بھی اس لیئے تاکہ وہ اِس ظلم و بدعہدی سے باز رہیں۔ یہ ہو سکتا تھا کہ مخالفین میں سے بہت لوگ جنہوں نے مسلمانوں کے خلاف ہتھیار اُٹھائے تھے اور ان کو قتل کیا سچے دل

سے تائب ہوں اس لیئے اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں پر رحم کرکے اُن کو بصورت قبولیت اسلام اور پابندیٔ صلوٰۃ و زکوٰۃ معاف فرما دیا۔ اگر ایسا حکم نہ دیا جاتا تو ممکن تھا کہ مسلمان اُن کو اس لیئے بھی قتل کر ڈالتے کہ وہ مسلمانوں کے قتل کے مرتکب ہو چکے تھے یعنی بطور قصاص ہی اُن کو مار دیا جاتا۔ جیسا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایکدفعہ فرمایا تھا کہ ان کے ظاہر کو دیکھنا چاہیئے کیونکہ ہم اُن کے دلوں کو چیر کر نہیں دیکھ سکتے کہ آیا وہ سچے ایماندار ہیں یا نہیں۔ نومسلم کے لیئے اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لانا۔ صلوٰۃ و زکوٰۃ کا پابند ہونا اسلام کی ظاہری علامات ہیں۔ چونکہ وہ ظاہر طور پر تمام ارکان کا پابند ہوتا ہے اس لیئے مسلمان اُسے مومن ہی سمجھتے ہیں خواہ وہ دل میں پکا مومن ہو یا نہ ہو کیونکہ دلوں کے بھید اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اس لیئے مسلمانوں کو بموجب آیت ۵ سورہ توبہ یہی حکم دیا گیا ہے کہ جو شخص ظاہری حیثیت سے مسلمان ثابت ہو اُسے مسلمان ہی سمجھیں۔ لیکن زبردستی مسلمان بنانا لڑائی کا مدّعا نہ تھا کیونکہ اگر یہی مدعا مدِ نظر ہوتا تو تمام کفار کے خلاف ہتھیار اُٹھانے کا حکم ہوتا۔ لیکن ایسا ہرگز نہیں ہوا۔ بلکہ جنہوں نے مسلمانوں کے خلاف ہتھیار نہیں اُٹھائے اُنکے ساتھ لڑائی کرنے کی ممانعت تھی۔ اور پھر جو لوگ اپنے عہدناموں کے پابند تھے مسلمانوں پر یہ لازمی قرار دیا گیا تھا کہ وہ ان کی حرمت کریں جیسا کہ اسی سورہ توبہ میں فرمایا فَمَا اسْتَقَامُوا لَكُمْ فَاسْتَقِيمُوا لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ۔ کیا ایک ایسی کتاب مجید جو اس قسم کے منصفانہ احکام دے اس بات کو روا رکھ سکتی ہے کہ تمام مخالفین کو بذریعہ تلوار مسلمان بنایا جاوے؟ ہرگز نہیں۔ اللہ تعالیٰ تو حکم دیتا ہے کہ جو مومن اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتا ہے وہ مشرکین کے ساتھ عہد کی پابندی میں سچا رہے گا اور جو شخص مشرکین کے ساتھ معاملات کرنے میں اللہ تعالیٰ کا خوف مدِ نظر رکھکر اُن سے منصفانہ اور نیک سلوک کرے گا اللہ تعالیٰ ایسے مومنوں سے پیار کریگا۔ پس اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور پیار سے بڑھکر اور کونسی نعمت ہو سکتی ہے؟

اے یسوعی صاحبان! ذرا تو اس نیک تعلیم پر دل میں غور کرو۔ کہ قرآن شریف کا خدا

کیسا رحیم و کریم خداوند ہے اعتقادی اختلاف ایک مسلمان کو ایک غیر مسلمان کے ساتھ نیک سلوک کرنے سے نہیں روک سکتا اور وہ مسلمان جو اُن لوگوں سے نیک سلوک کرتے ہیں جو کسی وقت اُن سے لڑ چکے ہیں مگر اب مسلمانوں کے ساتھ عہد صلح رکھتے ہیں تو ایسے مسلمانوں کو ایسے فعل کے بدلے میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا انعام ملے گا جس سے بڑھکر اور کوئی جزاء نہیں۔ اور وہ لوگ جو مخالفین سے بُرا سلوک کرینگے وہ باوجود مسلمان ہونے کے مستحق عذاب ہونگے۔ سخت افسوس ہے کہ یسوعی صاحبان جان بوجھکر قرآن شریف کی ایسی نیک تعلیم سے آنکھیں بند کر لیتے ہیں اور اُن آیات کو جو کسی خاص مخالف قوم کے بارے میں تھیں بغیر سیاق و سباق کے دنیا کے سامنے پیش کر کے اسلامی تعلیم پر نکتہ چینی کرنا اپنا فرض منصبی سمجھتے ہیں انکی ایسی بے انصافانہ روش کو دیکھ کر ایک مسلمان کے دل کو سخت صدمہ پہنچتا ہے معاملہ زیر بحث میں دو آیات ایک ہی سورۃ میں آگے پیچھے واقع ہوئی ہیں ایک میں تو مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ مخالفین سے جبتک وہ عہدوں کے پابند اور سچے رہیں نیک برتاؤ رکھیں کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا موجب ہے دوسری آیت میں اُن مخالفین سے جنھوں نے نقض عہد کیا ہے اور اسلام کو نیست و نابود کرنا چاہا ہے لڑنے کا حکم دیا گیا ہے۔ لیکن یسوعی مشنری کبھی اول الذکر کا ذکر تک بھی نہ کرے گا اور موقعہ بے موقعہ موخر الذکر آیت کو جو خاص قبائل عرب کے متعلق تھی تمام کفار پر چسپاں کر کے اسلام پر شد و مد سے بہتان باندھیگا۔

اس بات کے ثبوت میں کہ اسلام ہرگز اپنے پیرووں کو یہ حکم نہیں دیتا کہ مخالفین کو زبردستی مسلمان بنایا جاوے مندرجہ ذیل آیت سے جو اسی سورۃ کی چھٹی آیت ہی ظاہر ہوتا ہے جیساکہ فرمایا وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۝ ناظرین کو یہ معلوم کر کے سخت تعجب ہوگا کہ یہ آیت اُس آیت کے ساتھ ہی واقع ہے جس کے ذریعہ یسوعی پادری عوام کو دھوکا دیکر اسلام پر الزام لگاتے ہیں کہ اُس نے مخالفین کو بلا کسی استثنار کے قتل کر دینے کا عام حکم دیا

ہوا ہے۔ حالانکہ یہ حکم صرف اُن خاص لوگوں کے خلاف تھا جو کہ نقض عہد ظلم وزیادتی اور اپنے رشتہ دار مسلمانوں کے قتل کے مرتکب ہو چکے تھے باوجود ان باتوں کے اسلام نے کیسی باامن اور رحیمانہ تعلیم دی کہ ایسے خوفناک ظالم دشمن بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ پکڑیں تو اُن کو پناہ دیجاوے اور انہیں اللہ تعالیٰ کا کلام سنایا جاوے پھر اُس کا قبول کرنا یا نہ کرنا اُن کی اپنی مرضی پر منحصر ہے دین میں کسی قسم کا جبر نہیں۔ جیسا کہ لَاۤ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ سے ظاہر ہوتا ہے اگر مخالف باوجود سُننے کلام الٰہی کے اپنی مرضی سے اُسے قبول نہ کرے تو یہ نہیں کہ اُسے بے حفاظت چھوڑ دیا جاوے نہیں بلکہ اُسے امن کی جگہ پر پہنچانا بھی مسلمانوں کا فرض قرار دیا گیا ہے ایک طرف اسلام کے مخالفین کی بدعہدی اور ظلم کو دیکھو اور دوسری طرف اس رحیمانہ تعلیم پر غور کرو۔ افسوس کہ مسیحی صاحب باوجود ایسی رحیمانہ اور کریمانہ تعلیم کے یہی کہے جاتے ہیں کہ قرآن شریف لوگوں کو جبر سے اسلام میں داخل کرنے اور جو اسلام میں داخل نہ ہو اُس کو تہ تیغ کرنے کا حکم دیتا ہے۔ افسوس مسیحیوں کے ظلم اور کذب پر۔

اس بات کا مزید ثبوت کہ سورۃ توبہ کی آیت ۵ میں مخالفین کو زبردستی مسلمان بنانے کا حکم نہیں دیا گیا ہے مندرجہ ذیل آیت سے بھی ملتا ہے جو اسی سورہ شریف میں ہے جیسا کہ فرمایا۔ قَاتِلُوْھُمْ یُعَذِّبْھُمُ اللّٰہُ بِاَیْدِیْکُمْ وَ یُخْزِھِمْ وَ یَنْصُرْکُمْ عَلَیْھِمْ وَ یَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِیْنَ ٥ وَ یُذْھِبْ غَیْظَ قُلُوْبِھِمْ وَ یَتُوْبُ اللّٰہُ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ وَ اللّٰہُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ (سورہ توبہ آیت ۱۴-۱۵) اِن آیات کے آخری الفاظ یعنی وَ یَتُوْبُ اللّٰہُ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ وَ اللّٰہُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ کا تعلق آیت ۵ سے صاف طور پر پایا جاتا ہے یعنی جن لوگوں کے ساتھ لڑائی کا حکم دیا جاتا ہے اُن میں سے بعض لوگوں کی طرف اللہ تعالیٰ رجوع برحمت کرے گا یعنی وہ ہدایت پا جائیں گے اور بانشراح صدر اسلام میں داخل ہو کر جس کے باعث اس کے عذاب سے بچ جاوینگے۔ اور اللہ تعالیٰ علیم حکیم ہے یعنی وہ خوب جانتا ہے کہ دشمنوں میں وہ کونسے دل ہیں جو اسلام کے لیئے مستعد ہیں اس لیئے

معلوم ہوتا ہے کہ جس توبہ کا ذکر آیت ۵ میں ہے وہ ایسی توبہ نہیں جو جبراً کرائی جائے بلکہ ایسی توبہ مراد ہے جو خلوص نیت سے ہو کیونکہ یَتُوْبُ اللّٰہُ کا لفظ سچی توبہ پر ہی صادق آتا ہے یعنی خدائے تعالیٰ اُنہی کی طرف رجوع برحمت کرتا ہے جو سچے دل سے توبہ کریں اور بطیب خاطر اسلام قبول کریں :

آیت وَيَتُوبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ اس بات کی ایک قطعی دلیل ہے کہ سورہ توبہ کی ابتدائی آیات میں جس توبہ پر مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے خونی دشمنوں سے درگذر کریں وہ ایسی توبہ نہیں ہے جو بزور شمشیر کرائی جائے بلکہ ایسی توبہ مراد ہے جو انسان اپنی خوشی سے کرتا ہے کیونکہ یَتُوْبُ اللّٰہُ کا لفظ جو آیت مذکورہ بالا میں آیا ہے اور جس کا تعلق صریحاً اُس توبہ کے ساتھ ہے جس کا ذکر آیت ۵ میں ہے اور جس پر مسلمانوں کو دشمنوں سے درگذر کرنے کا حکم ہے صرف سچی توبہ کے موقعہ پر استعمال ہو سکتا ہے اور وہ توبہ سچی نہیں کہلا سکتی جو تلوار کے ڈر سے ہو۔ آیت وَيَتُوبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ سے ظاہر ہوتا ہے کہ جن کفار کے ساتھ مسلمانوں کو لڑنے کا حکم تھا اُن میں سے بعض اللہ تعالیٰ کے علم میں ایسے بھی تھے جن کے لیئے قبول اسلام کا شرف حاصل کرنا مقدر تھا۔ اس لیئے آیت ۵ میں خدائے تعالیٰ نے حکم دیا کہ اگر ان خونی دشمنوں میں سے کوئی شخص اسلام قبول کرے تو اُس سے درگذر کرو اور آیت ۱۴-۱۵ میں بتلایا کہ ان خونی دشمنوں میں بعض لوگ ایسے بھی ہیں جن پر خدائے تعالیٰ رجوع برحمت کرے گا اور انکو اسلام کے قبول کرنے کی توفیق بخشے گا۔ ہر ایک شخص جو سورہ توبہ کی ابتدائی آیات پر نظر کرے وہ دیکھ سکتا ہے کہ صریحاً آیت ۵ و آیات ۱۴-۱۵ ایک ہی گروہ کے بارے میں ہیں اور آیات ۱۴-۱۵ میں خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم ان بدعہد دشمنوں سے لڑو مگر بعض انہیں سے ایسے بھی ہیں جن کو خدائے تعالیٰ اسلام قبول کرنے کی توفیق عطا فرماوے گا اور علیم و حکیم خدا جانتا ہے کہ وہ کونسی روحیں ہیں جن کے لیئے یہ انعام مقدر ہے اور آیت ۵ میں

خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان بدعہد دشمنوں سے جنگ کرو لیکن اگر ان میں سے کوئی شخص توبہ کرے اور اسلامی شعار کی پابندی اختیار کرے تو اُس سے درگذر کرو۔ پس ان آیات کے مقابلہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ وہی ہیں جن کی نسبت خدائے تعالیٰ آیات ۱۴-۱۵ میں فرماتا ہے کہ مَیں اُن کو اسلام کے قبول کرنے کی توفیق بخشونگا۔ پس یہ امر قطعی طور پر ثابت ہوا کہ آیت ۵ میں ایسے لوگوں کا ذکر نہیں جن کو جبر سے اسلام میں داخل کیا جاوے بلکہ اس آیت میں ایسے لوگ مراد ہیں جن کی نسبت خدائے تعالیٰ آیات ۱۴ و ۱۵ میں فرماتا ہے کہ بعض کو توبہ کی توفیق بخشی جائے گی اب اس سے زیادہ واضح بات کونسی ہو سکتی ہے ایک طرف تو خدائے تعالیٰ مسلمانوں کو بتلاتا ہے کہ جن دشمنوں کے ساتھ تمھیں جنگ کرنیکا فرمان دیا گیا ہے اُن میں سے بعض ایسے بھی ہیں جن کو خدائے تعالیٰ توبہ کی توفیق بخشے گا اور دوسری طرف حکم کرتا ہے کہ اگر ان دشمنوں میں سے کوئی شخص اسلام قبول کرے تو اُس سے تعرض نہ کرو بلکہ اُس کو اپنا ایک بھائی سمجھو اور اُس کے پہلے جرموں کو معاف کردو۔ ان دونوں آیات کو ملانے سے صاف یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جن سے درگذر کرنے کا حکم ہے وہ وہی لوگ ہیں جن کی نسبت دوسری آیت میں بتایا گیا ہے کہ بعض کو اللہ تعالیٰ توبہ کی توفیق بخشے گا پس صاف معلوم ہوا کہ آیت ۵ میں اُس توبہ کا ذکر نہیں جو جبر سے کرائی جاوے بلکہ اُس توبہ کا ذکر ہے جو اپنی خوشی سے انسان کرے۔ ایک حدیث بھی یہاں نقل کرنی مناسب معلوم ہوتی ہے جس سے ان آیات کا مطلب اور بھی واضح ہو جاتا ہے صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۸ میں لکھا ہے عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یضحک اللہ الی رجلین یقتل احدھما الآخر یدخلان الجنۃ یقاتل ھذا فی سبیل اللہ فیقتل ثم یتوب اللہ علی القاتل فیستشھد۔ (ترجمہ) حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ دو آدمیوں کو دیکھکر ہنسے گا جن میں سے ایک دوسرے کو قتل کرتا ہے اور دونوں جنّت میں داخل ہوتے ہیں ایک تو اللہ کی راہ میں لڑتا ہے اور قتل کیا جاتا ہے (پس وہ خدائے تعالیٰ کی راہ میں شہید ہونے کی وجہ سے جنّت میں جاتا ہے) اُس کے بعد بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ اُس کے قاتل کی طرف اللہ تعالیٰ رحمت کے ساتھ متوجہ ہوتا ہے اور وہ اسلام قبول کر لیتا ہے (اس لیئے اللہ تعالیٰ اُس کے گناہ کو بخشتا ہے اور اُس کو جنّت میں داخل کر دیتا ہے۔ اس طرح قاتل اور مقتول دونوں جنّت میں چلے جاتے ہیں) یہ حدیث دو طرح سے اس مضمون پر روشنی ڈالتی ہے۔ ایک تو اس میں وہی لفظ آیا ہے جو سورہ توبہ کی آیت ۱۵ میں آیا ہے یعنی یَتُوْبُ اللّٰہُ کا لفظ اور اس حدیث میں ہر ایک شخص دیکھ سکتا ہے کہ یہاں ایسی توبہ اور ایسے اسلام کا ذکر ہے جو کسی جبر و اکراہ کے ذریعہ نہیں بلکہ سچے دل سے اختیار کیا جاتا ہے جس کی جزا جنّت ہے پس معلوم ہوا کہ آیت مذکورہ بالا میں بھی یَتُوْبُ اللّٰہُ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ میں بھی ایسے ہی لوگوں کا ذکر ہے جو بلا جبر و اکراہ اپنی خوشی سے اسلام قبول کریں۔ اسلیئے آیت ۵ میں جو توبہ کرنے والوں کو معاف کرنے کا حکم ہے وہ بھی ایسے ہی لوگ ہیں جو اپنی خوشی سے اسلام قبول کریں۔ دوم حدیث شریف مندرجہ بالا سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کے زمانے میں ایسے لوگ بھی ہوتے تھے جو پہلے کفر کی حالت میں مسلمانوں کا خون بھی بہا دیتے تھے مگر بعد میں وہ تائب ہو کر مغفرت حاصل کرتے تھے۔ جب ایسے لوگ پیدا ہو جاتے تھے تو پھر کیوں آیت ۵ سے جہاں لکھا ہے کہ توبہ کرنے اور اسلام قبول کرنے کی صورت میں دشمنوں سے درگذر کیجاوے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ یہاں وہ توبہ اور وہ اسلام مراد ہے جو تلوار کے زور سے منوایا جاتا تھا اور جنگ کی بھی یہی غرض تھی کہ لوگوں کو بجبر مسلمان کیا جاوے جب ایسے لوگ موجود تھے جو مسلمانوں کو قتل کرنے کے بعد بھی اپنی خوشی سے اسلام میں داخل ہو جاتے تھے تو کیا یہ ضروری نہ تھا کہ مسلمانوں کو ہدایت دیجاتی کہ ایسے لوگوں کے گذشتہ قصوروں سے درگذر کیا جاوے تا خوف قتل اُن کو مسلمانوں کے پاس آنے اور اسلام قبول کرنے سے مانع نہ ہو

بلکہ جب وہ اسلام قبول کرنا چاہیں تو بلا خوف وہ مسلمانوں کے پاس آ سکیں پس یہی منشاء آیت ۵ کا ہے ۔

الغرض جن دو آیات نے بقول یسوعی صاحبان تمام سابقہ احکامات کو منسوخ کر دیا ہے ان میں سے پہلی صرف خاص قبائل عرب کے متعلق ہے جو کہ بدعہدی۔ ظلم و زیادتی اور خونریزی کے مرتکب ہو چکے تھے۔ اور نیز سورہ توبہ کی ابتدائی آیات کے حوالہ سے یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ جو لوگ اپنے عہدناموں پر کاربند تھے اُن کے ساتھ مسلمانوں کو نیک سلوک کرنے اور پابندِ عہد رہنے کا حکم تھا اور یہ بات اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا موجب قرار دی گئی ہے اور اس کی نافرمانی اس کے غضب کا موجب۔

جب مشرکین کے مقابلہ میں اس قسم کے احکام ہیں کہ مسلمانوں کو لڑائی سے منع کیا گیا ہے جبتک مخالفین ابتداء نہ کریں تو ایسا خیال کرنا محض بیہودگی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کے ساتھ خواہ مخواہ مسلمانوں کو لڑنے کا حکم دیا ہو خواہ وہ لڑیں یا نہ لڑیں۔ حالانکہ یسوعی صاحبان اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ قرآن شریف کے نزدیک اہل کتاب بہ نسبت مشرکین کے قابل ترجیح ہیں۔ پھر جبکہ مشرکین کے ساتھ قرآن شریف کو ایسی رعایات مدِنظر ہیں تو کیا وہ اہل کتاب کے ساتھ خواہ مخواہ جنگ کرنے کو جائز رکھ سکتا تھا؟ بدیں وجوہ وہ احکام جو سورۃ توبہ کی آیت ۲۹ میں اہل کتاب کے ساتھ جنگ کرنے کے بارہ میں ہیں وہ تمام اہل کتاب کے متعلق کسی صورت میں نہیں ہو سکتے بلکہ صرف اُن اہل کتاب کے متعلق ہیں جو ظلم اور زیادتی کے مرتکب ہو چکے تھے۔ کیونکہ انہیں آیات میں مشرکین کے ساتھ پابندیٔ عہد کو مدِنظر رکھنا اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا موجب قرار دیا گیا ہے اور نقض عہد کرنا اس کے غضب کا باعث۔ جب اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے اس لئے رضامندی اور محبت کرتا ہے کہ مشرکین کے ساتھ نیک برتاؤ کریں تو وہ اس سے زیادہ کیوں نہ اُن سے پیار کریگا اگر وہ اہل کتاب کے ساتھ نیک سلوک کریں اسی طرح جب اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس لئے اپنے غضب سے ڈراتا ہے کہ وہ مشرکین سے بدعہدی یا بے انصافانہ برتاؤ کے مرتکب ہوں تو وہ کیوں اہل کتاب پر بغیر کسی وجہ کے لڑنے کا حکم دیتا؟ اس لئے جب قرآن شریف مسلمانوں کو اہل کتاب سے

لڑنے کا حکم دیتا ہے جبتک کہ وہ جزیہ ادا نہ کریں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ بغیر کسی قوی وجہ کے، ایسا حکم دیا گیا تھا بلکہ یہ حکم اُن تمام قیود اور شرائط کے ساتھ مقید تھا جن کے رُو سے مشرکین کے ساتھ لڑنے کا حکم دیا گیا تھا اور جو کہ انہیں آیات میں مفصل بیان کیئے گئے ہیں۔ قرآن شریف قانون جنگ کی کتاب نہیں بلکہ جہاں جہاں دفاعی لڑائیوں کا حکم بھی دیا گیا ہے وہاں بھی اخلاقی تعلیم کو مدِ نظر رکھا گیا ہے۔ جب وہ پہلے حملہ کرنے والوں کا جواب دینے کا حکم دیتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے کا ارشاد ساتھ ہی دیتا ہے اور اگر گذشتہ انبیاء کے حالات اور گذشتہ واقعات بیان کرتا ہے تو اس میں ہمیں نیکوں کی پیروی اور بدوں کے طرز عمل سے بچتے رہنے کا اخلاقی سبق دیتا ہے قرآن شریف کا اصل مدعا وعظ و نصیحت۔ یاددہانی اور نیک اعمال کی ترغیب دینا ہے جس مدعا کو وہ ہمیشہ اور ہر ایک جگہ مدِ نظر رکھتا ہے آیت ۲۹ کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ چونکہ اہل کتاب اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور نہ اللہ اور اسکے نواہی سے بچتے ہیں اور نہ اللہ تعالیٰ کا دین قبول کرتے ہیں اس لیئے انکے ساتھ جنگ کیجاوے بلکہ یہ الفاظ بطور نصیحت کے بیان کیئے گئے ہیں۔ جس کے ثبوت کے لیئے اِس سے بعد کی آیات کا مطالعہ کرنا چاہیئے جن میں یہودیوں کے غلط عقائد بیان کیئے گئے ہیں۔ قرآن شریف کے ساتھ یہ سخت بے انصافی ہوگی کہ کسی ایک آیت کے وہ معنے کیئے جاویں جو اس کے سیاق و سباق کے ساتھ ہرگز متفق نہ ہوسکیں ہم پہلے آیات کے حوالوں سے بیان کرچکے ہیں کہ قرآن شریف کا دعوٰی ہے کہ وہ سارے کا سارا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اس میں کسی قسم کا اختلاف نہیں۔ اس لیئے قرآن شریف کی کسی ایک آیت کے معنے کرتے وقت ہمیں اس اصل کو ہاتھ سے نہ دینا چاہیئے۔ جنگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ایک صاف اور سیدھا قاعدہ باندھ دیا ہے جیسا کہ فرمایا وَ قَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ۝ (سورہ بقرہ) یعنی اللہ کی راہ میں اُن لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور زیادتی نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔

اب اس آیت کی نسبت یہ کبھی نہیں کہا گیا کہ یہ منسوخ شدہ ہے اور نہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ پہلے پہل اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا تھا اس لیئے اس نے زیادتی کرنے سے منع کیا مگر بعد ازاں اُس نے زیادتی کرنے والوں سے محبت کرنی شروع کی اور اس لیئے انکو حکم دیا کہ تمام کفار کے ساتھ سختی کریں اور زیادتی کریں خصوصًا اہل کتاب کے ساتھ۔ اور نہ مندرجہ بالا آیت میں یہ لکھا ہے کہ اللہ تعالےٰ مخالفین پر زیادتی کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا سوائے اس کے جو اہل کتاب پر کیجاوے ؛

آخر میں میں تمام مخالفین اسلام سے یہ درخواست کیئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ وہ آیات قرآنی کے معانی کرتے وقت اُس اصل کو جو قرآن کریم نے سورہ آل عمران آیت ۵ و ۶ میں بیان کیا ہے ہاتھ سے نہ دیا کریں۔ اس اصل کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کی تردید کرتا ہے جو کسی آیت کے معانی کرتے وقت اُسی مضمون کی دوسری آیات کی طرف توجہ نہیں کرتے اور اُس آیت کے وہ معنی کرتے ہیں جو دیگر محکمات کے خلاف ہوں حالانکہ موخر الذکر کے معانی میں کوئی جھگڑا نہیں ہو سکتا۔ مخالفین کو یہ بات بھی مدِ نظر رکھنی چاہیئے کہ قرآن کریم کا دعویٰ ہے کہ اس میں ایک دوسرے کے مخالف و متضاد احکامات ہرگز نہیں ہیں اور اسی دلیل کو وہ اپنے الہامی ہونے کے ثبوت میں پیش کرتا ہے جیسا کہ فرمایا اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۭ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا۔ (سورہ النساء آیت ۸۲)
مخالفین اسلام نے جو آیت بطور ثبوت نسخ آیات قرآنی پیش کی ہے وہ قرآن شریف کی کسی آیت کی تنسیخ کے بارے میں نہیں ہے بلکہ وہ شریعت موسوی کی ناسخ ہے۔ لیکن اگر بالفرض ہم اسے کسی آیت قرآنی کی ہی ناسخ مان لیں تو بھی اس سے یسوعی معترضین کے اعتراض کو کوئی مدد نہیں پہنچ سکتی بدینوجہ کہ ناسخ آیت یا تو منسوخ کی مانند ہونی چاہیئے اور یا اس سے بہتر۔ لیکن یسوعی کہتے ہیں کہ قرآن شریف نے پہلے پہل تو مسلمانوں کو زبردستی کرنے اور مخالفین کو تلوار کے زور سے مسلمان کرنے سے منع کیا مگر بعد ازاں یہ احکامات منسوخ کر دیئے گئے اور مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ لوگوں کو

زبردستی اسلام میں داخل کریں۔ اور کفار اور اہل کتاب پر بغیر کسی وجہ کے حملہ کر کے مقاتلہ کریں۔ حالانکہ موخرالذکر احکامات کسی صورت میں اول الذکر احکامات سے بہتر تو کجا اُن کے برابر بھی نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ اُن لوگوں سے نفرت کرتا ہے جو کفار پر زیادتی کرتے ہیں اور اُن لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اُن کے ساتھ انصاف سے پیش آتے ہیں اب کیا وہ احکام جو مخالفین اپنے خیال میں قرآن شریف کی طرف منسوب کرتے ہیں یعنے یہ کہ تمام کفار کو بغیر کسی وجہ کے تہ تیغ کر دیا جاوے اور اُن سے زبردستی اسلام منوایا جاوے پہلے حکم سے بہتر یا اس کے برابر ہو سکتے ہیں؟

مَیں پھر یسوعی صاحبان سے عرض کروں گا کہ وہ ان آیات کے ذریعہ جو ایسے قبائل عرب کے متعلق ہیں جو زیادتی کے مرتکب ہو چکے تھے عوام الناس کو یہ دھوکا دینا چھوڑ دیں گویا کہ وہ عام طور پر سب مخالفین کے بارے میں ہیں۔ اگر ایک آیت مسلمانوں کو اپنے اُن مخالفین سے جو اُنپر پیش دستی کر کے ظلم کر چکے ہیں لڑائی کا حکم اس بنا پر دیتی ہے کہ وہ آئندہ شرارت سے باز رہیں تو اس کے یہ معنے ہرگز نہیں ہو سکتے کہ قرآن شریف تمام ملکوں اور ہر ایک زمانہ کے مخالفین کے ساتھ خواہ مخواہ لڑنے کا حکم دیتا ہے یسوعی صاحبان عموماً وہ آیات قرآنی اور احادیث رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پیش کیا کرتے ہیں جو خاص اُن قبائل عرب کے متعلق تھیں جو کہ نہ تو قرابت کا لحاظ کرتے تھے اور نہ اپنے اقرارناموں کی پابندی کرتے تھے اور مسلمانوں پر ظلم اور زیادتی کے مرتکب ہو چکے تھے اور ان آیات کو تمام مخالفین اسلام پر چسپاں کر کے ایک دنیا کو دھوکے میں ڈال دیتے ہیں کہ اسلام اپنے تمام مخالفین کو مار ڈالنے کا حکم دیتا ہے۔ اس سے بڑھکر اور کونسا ظلم اور بے انصافی ہو سکتی ہے مثال کے طور پر یسوعیوں نے شور مچا رکھا ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تلوار جنّت کی چابی ہے لیکن وہ ان واقعات کو بالکل نظرانداز کر جاتے ہیں جن کے ماتحت آپؐ نے یہ الفاظ بیان فرمائے تھے۔ تلوار فی الحقیقت اُن دنوں میں جنت کی چابی تھی کیونکہ یہ ان لوگوں کے مقابلہ میں چلائی جاتی تھی جو مسلمانوں کو اور اُن کے دین کو تختہ زمین پر سے تلوار کے ذریعہ سے نیست و نابود کرنے پر تلے

ہوئے تھے۔ تلوار ایک کڑے وقت اُٹھائی گئی تھی اور محض اپنی جانوں مالوں اور ایمانوں کو بچانے کے لیئے اُٹھائی گئی تھی اور اس لیئے جن لوگوں نے ایسے موقعہ پر تلوار اُٹھائی انہوں نے اپنے لیئے جنّت کے دروازے کھول دیئے۔ کثیر التعداد مخالفین کے مقابلہ پر بے سروسامانی کے ساتھ لڑنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ یہ مومنوں کے لیئے ایک سخت امتحان کا موقعہ تھا جیسا کہ انہیں آیات زیر بحث میں خود قرآن شریف نے بیان کیا ہے (سورہ توبہ آیات ۱۶-۲۴) تلوار جنّت کی چابی اُسی صورت میں ہوسکتی ہے جبکہ مسلمان صرف اُن مخالفین سے لڑائی کریں جن کے ساتھ لڑنے کا حکم دیا گیا ہے نہ اس صورت میں کہ خواہ مخواہ ہر ایک مخالف اسلام کے ساتھ بلاوجہ لڑائی کی جاوے جس صورت میں کہ (یعنی موخرالذکر حالت میں) یہ دوزخ کی چابی ہوگی نہ کہ بہشت کی۔ کیا تمام سلطنتیں اُن تمام لوگوں کی جو اپنے ملک و قوم کی حفاظت کے لیئے لڑیں قدر نہیں کرتیں اور اُن کو انعامات سے مالا مال نہیں کرتیں؟ کیا تلوار ایک سپاہی کے عروج و ترقی کی چابی نہیں ہے؟ کیا سپاہی محض تلوار کو ٹھیک اور جائز موقع پر بہادری کے ساتھ استعمال کرنے کی وجہ سے سربلند نہیں ہوتے؟ لیکن کیا ایک سپاہی اُس صورت میں بھی سرفراز ہوسکتا ہے جبکہ وہ اُن لوگوں کو مارتا پھرے جن کے خلاف لڑنے کی اُسے ممانعت ہے؟ یسوعی صاحبان نے تعلیم اسلام کو بُری صورت میں پیش کرنے میں سخت غلطی کھائی ہے اور یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ لاکھوں آدمی اسلام کے خلاف ایسے بُرے خیالات رکھتے ہیں لیکن انشاء اللہ تعالیٰ وہ دن دور نہیں جبکہ یسوعی مشنریوں کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیاں حرف غلط کی طرح اسلام کے خوشنما چہرے سے مٹائی جاویں اور جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۔ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ۔ کا شاندار نظارہ دکھائی دے۔

یسوعی صاحبان سے میری سب سے آخری التماس یہ ہے کہ وہ قرآن شریف کی اس صاف تعلیم کو چھپانے کی کوشش نہ کریں جس میں کہ مسلمانوں کو تمام کفار سے نیک اور منصفانہ سلوک کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور دین کے قبول کرنے میں کسی جبر کو کام میں لانے سے

سخت منع کیا گیا ہے و اٰخر دعونا ان الحمد للہ رب العٰلمین ؛

مادہ فانی ہے ؛

ذیل کا اقتباس ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب کے اُس لیکچر میں سے لیا گیا ہے جو اُنہوں نے انجمن ہدایت اسلام آگرہ کے سالانہ جلسہ میں ایک بڑے مجمع کے سامنے پڑھا۔ یہ لیکچر دیانندی مت اور فلسفہ جدید پر تھا اور بدر مورخہ ۲۰ جون ۱۹۱۲ء میں شائع ہو چکا ہے یہ سارا مضمون پڑھنے کے قابل ہے مگر چونکہ وہ بدر میں چھپ چکا ہے اس لیئے اُس کو یہاں پورا نقل کرنے کی ضرورت معلوم نہیں ہوتی مگر مادہ کے فنا کے بارے میں جن نئی علمی تحقیقات کا شاہ صاحب ممدوح نے اپنے مضمون میں ذکر کیا ہے اسکو ناظرین کے فائدہ کے لیئے یہاں نقل کیا جاتا ہے۔ باقی مضمون ناظرین اخبار بدر میں ملاحظہ فرما دیں ؛

آج سے قریباً دس سال تک پہلے اس دنیا کی ظاہری بناوٹ کے متعلق سب سائنس دانوں اور فلسفیوں کو اس امر پر اتفاق تھا کہ یہ ساری کائنات مادہ اور خلو سے بنی ہوئی ہے اور کہ یہ مادہ اپنی جگہ نہایت ہی چھوٹے چھوٹے نہ تقسیم ہو سکنے والے ذرّات سے مرکب ہے جو کہ ۹۷ قسم کے پائے جاتے ہیں اور عنصر کہلاتے ہیں ہر ایک عنصر اپنی جگہ ایک علیحدہ ہستی ہے جس کے ذرّات یا ایٹم ایک خاص شکل اور خاص اوصاف اپنے اندر رکھتے ہیں نیز یہ بھی مانا گیا تھا کہ یہ ذرّات ہمیشہ سے اسی شکل میں اپنی صفات کے ساتھ جو اُن میں آج پائی جاتی ہیں موجود چلے آتے ہیں یعنی وہ ذرّات مادہ جن سے یہ ساری دنیا مرکب ہے۔ غیر فانی اور غیر متبدل ہیں اور ہمیشہ سے اسی طرح موجود ہیں اور ہمیشہ تک اسی طرح موجود رہیں گے مذکورہ بالا خیال تھا کہ جو آج سے دس سال پہلے ساری علمی دنیا میں مانا جاتا تھا اور جو کہ ایک سو سال تک فلسفی دنیا میں حکمران رہا تھا ؛

اس گذشتہ فلسفہ کے بیان کرنے کے بعد ہم اب ذیل میں اُس تحقیقات کا نتیجہ تحریر

کرینگے۔ جو ان گذشتہ چند سالوں میں سائنس دانوں نے کی ہے اور اس حقیقت کو جو مادہ کے متعلق حال کے فلسفیوں اور سائنس دانوں کے خیال میں پایہ یقین تک درست ثابت ہو چکی ہے۔ مفصل طور پر بتائیں گے ومَا توفیقی اِلّا باللّٰہ۔

مصنف کتاب موسومہ ایوولیوشن دی ماسٹر کی اس کتاب کے صفحہ ۳۸ پر اقام فرماتے ہیں۔ کہ فلسفیوں اور عقلمندوں کے دنیا میں دو بڑے کام ہوتے ہیں۔ اوّل دنیا اور دنیا کی چیزوں کے حالات میں غور کر کے انکی اصل حقیقت اور ماہیت کو معلوم کرنا اور یہ سمجھنا کہ ان کی پیدائش کا اصل مُدعا کیا ہے۔ دوم۔ ان واقعات سے جو انکے مشاہدہ سے گذرے ہیں ایسے ایسے نتائج نکالنے کی کوشش کرنا جو انسان کے لیئے عملی رنگ میں مفید ثابت ہوں اور دنیا میں امن اور صلح قائم کر کے اس کی ترقی کا موجب ہو سکیں اس تحقیقات میں ہر ایک فلسفی کو کچھ نہ کچھ باتیں اصول موضوعی کے طور پر مان لینی پڑتی ہیں۔ اور عین اسی طرح جس طرح حساب میں فرض کر لیا جاتا ہے کہ نقطہ ایک ایسی چیز ہے جس کی نہ کوئی لمبائی ہو اور نہ چوڑائی اور نہ موٹائی اور اس سے آگے علم حساب کے مشکل سے مشکل مسائل کو حل کیا جاتا ہے اسی طرح فلاسفر چند امور اصول موضوعی کے رنگ میں مانکر انپر اپنی تحقیقات کی بنیاد رکھتے ہیں۔ پھر مصنف کتاب فرماتے ہیں کہ جیسے اور فلسفی اپنے زمانہ کے معلومہ مسائل کو مان کر آگے تحقیقات شروع کرتے ہیں۔ اسی طرح سپنسر نے بھی کیا۔ جو کہ اپنے زمانہ کا بڑا بھاری فلاسفر مانا گیا ہے۔ اور جس کے پیچھے لگ کر ہمارے بہت سے نوجوان اپنے مذاہب سے دست بردار ہو بیٹھے ہیں۔ سپنسر نے اپنی کتاب موسومہ فسٹ پرنسپلز میں ایک باب باندھا ہے۔ جس میں اس نے ثابت کیا ہے۔ کہ مادہ انادی ہے اور غیر فانی ہے اور لازوال ہے۔ مصنف آگے لکھتا ہے کہ سپنسر صاحب کا یہ خیال کہ مادہ غیر فانی ہے۔ گذشتہ چالیس سال کے سخت عقلی جدوجہد کا مقابلہ نہیں کر سکا اور آخر بالکل غلط ثابت ہوا ہے اور دنیا کو یہ ماننا پڑا ہے کہ مادہ فانی ہے اور اس کو بقا نہیں۔ لیکن اس خیال کی نسبت جو تقریباً سو سال تک دنیا میں حکمران رہا ہو۔ بغیر اس کے نشیب و فراز میں غور کرنے کے

یہ کہنا کہ گذر جانا کہ وہ اب متروک ہو گیا ہے۔ بالکل نامناسب ہے اس لیئے ہم ذیل میں
اس امر پر بحث کرینگے اور دکھائینگے کہ کس طرح اس خیال کی غلطی کا انکشاف ریڈیم کی دھات
کی ایجاد سے ہوا۔ آجکل یہ امر یقینی طور پر ثابت ہو گیا ہے اور مشاہدہ اور تجربہ نے بتا دیا ہے کہ
اس تدریجی ترقی کی راہ میں جو ہم اس کائنات کے ہر شعبہ میں دیکھتے ہیں اور جس کی وجہ سے
جو دنیا کی حالت آج نظر آتی ہے وہ اس سے ہزار سال پہلے نہ تھی۔ اس ترقی کی راہ میں مادہ
صرف ایک منزل ہے۔ جو کہ دنیا کو طے کرنی پڑتی ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ وہ مادہ جو ہم دیکھتے
ہیں موجود نہ تھا۔ اور پھر ایک زمانہ ہو گا کہ وہ موجود نہ ہو گا یعنی مادہ فانی ہے اور اس کو
بقا نہیں۔ ان خیالات کی بناء ریڈیم کی ایجاد نے رکھی۔ اس نے چند ایک خواص ظاہر کیئے
جن کو انسان مشاہدہ کر سکتا ہے۔ چونکہ یہ بھی باقی عناصر مادہ کی طرح ایک عنصر ہے یعنی سونے
چاندی۔ تانبا وغیرہ دھاتوں کی طرح یہ بھی ایک دھات ہے اس لیئے یہ ماننا پڑا کہ جو حقیقت
یہ مادہ کی ثابت کرتی ہے وہ اصل ہے۔ اس لیئے مادہ کی حقیقت کو اچھی طرح ذہن نشین
کرنے کے لیئے ہم اُن کیفیات کو پیش کرینگے۔ جو کہ ہم ریڈیم کی دھات میں مشاہدہ کرتے
ہیں تا ہم ساری مادی دنیا کی حقیقت کو خیال میں لا سکیں۔ واضح رہے کہ ریڈیم دھات کو اگر
اس آلہ میں رکھ کر دیکھا جاوے جس کو سپکٹروسکوپ کہتے ہیں۔ تو اس میں ریڈیم سے روشنی
کی کرنیں باہر کو اُڑتی نظر آئیں گی اور یہ حالت ریڈیم میں رات دن جاری رہتی ہے۔ یہ روشنی
کی کرنیں کیا ہیں۔ تحقیقات سے معلوم ہؤا کہ یہ بجلی کی چنگاریاں ہیں۔ جو کہ متواتر ریڈیم سے پیدا
ہوتی رہتی ہیں۔ اور جن کے اس طرح نکلتے رہنے سے ریڈیم کے ایک حصہ کو جو کہ مادہ کا ایک عنصر
ہے۔ ہر آن ایک فنا سے گذرنا پڑتا ہے یعنی وہ جو مادہ تھا آہستہ آہستہ بجلی کی چنگاریاں بنجاتا
اور فنا ہو کر بجلی کی شکل اختیار کرتا ہؤا کسی نامعلوم حالت میں چلا جاتا ہے۔ یعنی فنا ہو جاتا ہے۔
مذکورہ بالا نظارہ حال میں دو اور دھاتوں میں بھی نظر آیا ہے جنکو تھوریم اور یورینیم کہتے ہیں۔
یہ واقعات ثابت کرتے ہیں کہ مادہ کی اصل حقیقت یہی ہے کہ اس کا ہر ایک عنصر نہایت ہی چھوٹی
چھوٹی بجلی کی چنگاریوں سے بنا ہؤا ہے جس کا نام سائنس دانوں نے الیکٹران رکھا ہے۔
بالفاظ دیگر ریڈیم۔ تھوریم۔ یورینیم سونا۔ چاندی۔ سکہ۔ تانبہ وغیرہ کیا ہیں۔ صرف ان کو ڑا

ملکہ پدمہا چھوٹے چھوٹے بجلی کے ذرّات کا مجموعہ ہیں جن کو مختلف طرز پر ترتیب دینے سے ہر ایک عنصر پیدا کیا گیا ہے یعنی ان ذرات بجلی کو ایک ترتیب سے باندھنے سے ریڈیم بنائی گئی۔ اور دوسری طرز سے باندھنے سے سونا بنایا گیا۔ اور علیٰ ہذا القیاس۔ اور کان سب میں سے یہ ذرات بجلی ہر دم علیحدہ ہوتے رہتے ہیں کسی میں سے زیادہ تیزی کے ساتھ اور کسی میں سے کم رفتار کے ساتھ۔ اور اس طرح ہر آن ان کے فناء کا موجب ہوتے رہتے ہیں یعنی یہ ذرّات بھی جن سے مادہ مرکب ہے ہر دم منتشر ہوتے رہتے ہیں۔ یہانتک کہ مادہ مادہ نہیں رہتا بلکہ بجلی کی شکل اختیار کر لیتا ہے جو کہ مادہ نہیں ہے۔ بلکہ ایک طاقت ہے۔ پس مادہ کیا ہُوا بجلی کے ذرات کا مجموعہ۔ جبتک ان ذرّات کا آپسمیں رشتہ اور تعلق موجود مادہ موجود۔ جونہی کہ وہ تعلق ٹوٹ گیا۔ مادہ کا فناء ہو گیا اور یہ فنا جیسا کہ ریڈیم کی حالت سے ظاہر ہوتا ہے۔ ہر ہزارویں حصّہ سیکنڈ میں مادہ پر واقع ہوتا رہتا ہے اور یہ بجلی کے ذرات کروڑ ہا میل فی سیکنڈ کی رفتار سے بھی زیادہ مادہ سے جدا ہو کر کسی نامعلوم حالت کو چلے جاتے ہیں۔ اور مادہ کے فناء کا باعث ٹھہرتے ہیں۔ اگرچہ ان واقعات سے مادے کا فنا تو ثابت ہو گیا لیکن اس کے انادی ماننے والے اس جگہ یہ سوال پیش کر سکتے ہیں۔ کہ ہم ان چھوٹے چھوٹے ذرّات کو ہی جو باہر کو اُڑتے ہیں۔ اور جن سے آج یہ سارا مادہ مرکب مانا جاتا ہے بجائے گذشتہ زمانے کے ایٹم کے لاتبدیل خیال کر سکتے ہیں۔ اور اسی طرح مادہ پھر بھی غیر فانی ہی ٹھہرتا ہے۔ اور اصل حقیقت بھی یہی ہے کہ اگر مزید تحقیقات کچھ اور نہ ثابت کر دیتی۔ تو صرف مذکورہ بالا واقعات کی بنا پر مادے کے غیر فانی ہونے کا مسئلہ پورے طور پر غلط نہ ٹھہرتا۔ لیکن موجودہ تجربے نے کھُلے کھُلے طور پر یہ ثابت کر دیا ہے کہ یہ الیکٹران یا بجلی کے ذرّات جو انتہائی حصہ مادی کا یقین کیئے جاتے ہیں۔ مادے کی تعریف میں نہیں آ سکتے اور وہ مادہ نہیں ہیں بلکہ طاقت ہیں۔ پس موجودہ تحقیقات نے ثابت کر دیا کہ یہ ساری کائنات مادی۔ جس سے یہ سورج۔ زمین۔ چاند۔ سیارے۔ معدنیات۔ نباتات۔ حیوانات اور انسان بنے ہوئے نظر آتے ہیں۔ یہ حقیقت میں سوائے بجلی کی مختلف صورتوں کے اور کچھ نہیں یعنی یہ سارے کا سارا نظارہ ایک برقی منظر ہے جس کے ذرّات کو مختلف طور پر ترکیب دینے سے مختلف شکلیں پیدا ہوتی ہیں۔ کہیں وہ سونا ہے کہیں

انسان۔ جس میں ہم سب یہاں موجود نظر آتے ہیں۔ یعنی ہم سارے کا سارا گروہ جو یہاں موجود ہیں۔ اور یہ ساری کائنات جس میں ہم موجود نظر آتے ہیں۔ کیا ہیں ذرات بجلی کا ایک مجموعہ جنکا اجتماع ہمارے بقاء کا موجب ہوتا ہے۔ اور جن کا انتشار ہمارے فناء کا۔ اور اب جب مادہ بجلی کی ایک صورت مان لیا گیا۔ تو پھر ایک معترض کہہ سکتا ہے کہ اچھا مادہ کا فنا تو مان لیا۔ لیکن اس بجلی کو تو بقاء ہے جس سے یہ مادہ بنا۔ اس اعتراض کا جواب اصل تو یہی ہے کہ مادہ اور بجلی دو مختلف مانی ہوئی چیزیں ہیں۔ جب مادہ مادہ نہ رہا۔ پھر خواہ وہ کچھ ہے اسکو تو فناء ہوگیا۔ وہ موجودہ شکل میں جس میں روحوں کا ادخال ابھی مانا جاتا ہے۔ تو موجود نہ رہا اور اس کا انادی ہونا غلط ثابت ہوگیا۔ وہ تو اس قابل نہ رہا کہ اس صورت اور ہیئت میں اسے انادی مان لیا جاوے۔ انادی ہونا تو کجا وہ سیکنڈ کے ہزارویں حصہ میں بھی ایک فناء سے گذرتا ہے۔ دوسرا جواب اس اعتراض کا یہ ہے کہ ان بجلی کے ذرات کو بھی آخر بقا نہیں کیونکہ مشاہدہ بتاتا ہے کہ وہ اپنے مرکز سے جدا ہو کر کسی نامعلوم حالت کو جاتے ہیں۔ جہاں جا کر وہ تباہ ہو جاتے ہیں اور انپر بھی اس طرح فنا طاری ہو جاتی ہے۔ اس امر کو سمجھنے کے لیئے کہ وہ نامعلوم حالت کیا ہے اور کس طرح وہاں انکو فنا ہوتی ہے ضروری ہے کہ ہم سرسری طور پر ان قوانین کو سمجھ لیں جو بجلی میں کام کرتے ہیں کیونکہ جیسا کہ اوپر بیان اور ثابت کیا گیا ہے وہ ذرات جن سے مادہ بنتا ہے بجلی کے ذرات ہیں۔ سو واضح رہے کہ اگر ہم ایک ریشمی رومال اور ایک شیشے کا رول لیں اور انکو بنظر غور دیکھیں۔ تو وہاں ہم کو کوئی بجلی نظر نہیں آتی۔ لیکن اگر ان ہر دو کو آپس میں زور سے رگڑیں اور پھر دیکھیں۔ تو ہر دو پر ہم کو بجلی معلوم ہوتی ہے یعنی وہ طاقت جو انکو آپس میں رگڑنے سے خرچ ہوئی بجلی بنجاتی ہے۔ اور پھر وہ بجلی شیشہ پر ایک قسم کی ہوتی ہے۔ اور ریشمی رومال پر دوسری قسم کی۔ ایک قسم کی بجلی کو مثبت اور دوسری قسم کو منفی کہا جاتا ہے۔ تجربہ نے یہ بتایا ہے۔ کہ مثبت قسم کی بجلی کے ذرّات ایک دوسرے سے علیحدہ رہنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور منفی قسم کے ذرّات منفی قسم کی بجلی کے ذرّات سے علیحدہ رہنے کی۔ لیکن یہ ہر دو مخالف قسم کی بجلیوں کے ذرات آپس میں ہمیشہ ملنے کی خواہش رکھتے ہیں۔ اور جب کبھی مثبت قسم کے بجلی کے ذرّات منفی قسم کی بجلی کے ذرّات سے ملتے ہیں تو

پھر وہ بجلی نہیں رہتے۔ بلکہ وہ طاقت کی شکل اختیار کر لیتے ہیں جو کہ انکی پیدائیش کی موجب ہوئی تھی
اِس قانون کے سمجھنے کے بعد واضح ہووے۔ کہ یہی حالت ان بجلی کے ذرّات کی ہے
جنسے مادہ مرکب ہے بعض ذرّات مادہ کو اگر منفی جسم کے مانا جاوے اور بعض کو مثبت کے۔
تو یہ جانتے ہوئے کہ ریڈیم ایک ہی قسم کے ذرّات بجلی سے بنی ہوئی ہونی چاہئیے۔ یہ سمجھنا
کہ کیوں اس کے ذرّات ہمیشہ باہر کو اڑتے ہوئے نظر آتے ہیں کوئی مشکل امر نہیں رہتا کیونکہ
وہ ذرّات ایک ہی قسم کے ہیں اس لیئے ضروری ہے کہ وہ اپنے ہمجنسوں سے علیحدہ ہونے
کی کوشش کرتے رہیں۔ اور چونکہ مخالف قسم کے ذرّات بجلی ہردم انکو اپنی طرف کھینچتے رہتے
ہیں اس لیئے یہی ضروری ہے کہ وہ باہر کو اُڑتے ہوئے نظر آویں۔

اور یہ جو پایا جاتا ہے کہ وہ اپنے مرکز سے علیحدہ ہو کر کوئی نامعلوم حالت اختیار کر لیتے
ہیں اس کا سبب یہ ہے کہ جب وہ اپنے ہمجنسوں یا اپنی قسم کے ذراتِ بجلی سے علیحدہ ہو جاتے
ہیں۔ تو پھر مخالف قسم کے ذرّات بجلی سے جا ملتے ہیں اور خود بھی فنا ہو جاتے ہیں اور اپنے
مخالف قسم کے ذرّات بجلی کو بھی فنا کر دیتے ہیں یعنی دونوں بجلی نہیں رہتے اور فنا ہو جاتے
ہیں اور ایک اور نامعلوم چیز میں جاتے ہیں جو نہ مادہ ہوتی ہے اور نہ بجلی بلکہ ایک نئی چیز۔ وہ
نامعلوم چیز وہ طاقت ہے۔ جو انکی پیدائیش کا موجب ہوئی تھی۔ پس اس تحقیقات نے ثابت کر دیا
کہ مادہ کو ہر دم فنا ہے اور کہ مادہ کے فناء کا نتیجہ بجلی ہوتا ہے۔ اور پھر بجلی کو بھی بقا نہیں بلکہ وہ
بھی فناء ہو جاتی ہے۔ پس مادہ کیا ہے عارضی رشتہ ہے ذرّات بجلی کا۔ جو کہ ارادہ الٰہیہ کے
ماتحت اسی دست قدرت کی طاقتوں کے ذریعہ پیدا کیا جاتا ہے۔ جونہی کہ وہ رشتے ذرات بجلی کے
قطع ہو جاتے ہیں۔ مادہ کا فنا ہو جاتا ہے۔ غرض جہانتک مادہ کا تعلق تھا اس کا فنا ثابت ہو گیا۔

سنہری اصل

مسیحی صاحبان اکثر ہمیں سنایا کرتے ہیں کہ قرآن شریف میں جو تعلیم موجود ہے وہ الہامی نہیں
بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تعلیم کو مختلف سرچشموں سے اخذ کیا۔ انکے اس اعتراض کا

جواب بفضلہٖ تعالیٰ اسی رسالہ میں دیا جاچکا ہے۔ مگر تعجب یہ ہے کہ جو قوم بڑھ بڑھ کر قرآن شریف پر یہ اعتراض کرتی ہے وہ خود ایک ایسے مذہب کی پیرو ہے جس کے سارے اصول اور ساری تعلیم دوسری قوموں دیگر مذاہب اور غیر اشخاص کا مسروقہ مال ہے۔ یہ ہمیں کہتے ہیں کہ تمہاری آنکھ میں تنکا ہے مگر انہیں اپنی آنکھ کا شہتیر نظر نہیں آتا۔ جو خود شیشے کے بنے مکانوں میں رہتے ہوں انہیں مناسب نہیں کہ وہ دوسرے لوگوں کی طرف پتھر پھینکیں۔ یسوع مسیح کی جس تعلیم پر مسیحیوں کو بڑا ناز ہے اور جس کو وہ بے نظیر بیان کرتے ہیں اس کے متعلق آجتک یہودی رو رہے ہیں کہ یہ سب ہمارے گھر کا مال ہے جو ہماری مقدس کتابوں اور ہمارے بزرگوں کی تعلیم میں سے چرا لیا گیا ہے۔ وہ مسیح کی تعلیم کا ایک ایک فقرہ اپنی کتابوں میں سے نکالکر دکھاتے ہیں۔ مثال کے طور پر میں یسوع مسیح کی مشہور دعا کا ذکر کرتا ہوں جس کو مسیحی صاحبان خداوند کی دعا کہا کرتے ہیں یہ ساری کی ساری دعا یہودیوں کی مقدس کتاب کا دیش میں موجود ہے۔ یہودیوں میں یسوع مسیح کے زمانہ کے قریب مسیح سے پہلے ایسے مصلح پیدا ہو چکے تھے جن کی تعلیم بعینہٖ وہی تھی جو مسیح نے دی۔ ان مصلحین میں ایک شخص جو خصوصاً قابل تذکرہ ہے اور جس کو مسیح کا استاد کہنا بیجا نہ ہوگا وہ ہِلّل ہے یہ اسرائیلی بزرگ سنہ ۱۰ء میں فوت ہوا۔ اور مسیح کے جس فقرہ کو مسیحی صاحبان سنہری اصل کہا کرتے ہیں اور جس کو مسیح کی تعلیم کا گل سرسبد بیان کیا جاتا ہے۔ یہ فقرہ یسوع مسیح نے اسی فاضل سے اخذ کیا۔ اسی طرح یسوع مسیح نے حلم۔ صلحکاری اور محبت کے بارے میں جو تعلیم دی اس تعلیم کا بھی مسیح سے پہلے ہلّل نے ہی یہودیوں میں وعظ کیا اور اسکی تعلیم عام لوگوں میں شائع ہو چکی تھی۔ یسوع مسیح اس تعلیم کا بانی نہیں ہے اور مسیحی صاحبان جو مسیح کی اس تعلیم پر بہت فخر کیا کرتے ہیں انکا فخر بالکل بیہودہ ہے کیونکہ اگر یہ تعلیم قابل فخر ہے تو اس فخر کا حق یسوع کو نہیں پہنچتا بلکہ ہلّل اس فخر کا حقدار ہے کیونکہ مسیح سے پہلے وہ اس تعلیم کی یہود میں اشاعت کر چکا تھا۔ اور ہلّل کو نہ صرف سابق ہونے کا فخر حاصل ہے بلکہ اس میں ایک اور فضیلت بھی پائی جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ جس تعلیم کا وہ وعظ کرتا تھا اسپر خود بھی کاربند تھا اور اسکا قول اسکے عمل کے مطابق تھا مگر جب اناجیل مروجہ پر نظر

کیجاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ یسوع کا عملدرآمد اپنے وعظ و نصیحت کے مطابق نہ تھا۔

ہلل جو ہیرودیس کے عہد میں یروشلم میں رہتا تھا۔ اُسکی جائے پیدائش بابل تھی مگر وہ عنفوانِ جوانی میں یروشلم چلا آیا اور بڑی عمر تک زندہ رہا۔ ۴۰ سال اُس نے علم کی تحصیل میں صرف کیئے اور اپنی عمر کے آخری ۴۰ سال میں وہ اسرائیلی قوم کی روحانی تربیت میں مصروف رہا اور یہودیوں میں وہ امام تسلیم کیا جاتا تھا۔ اُس کی تعلیم میں جو خاص بات تھی وہ صلح اور امن کی تعلیم تھی۔ اور اُس کے ذاتی چال چلن کی بڑی خصوصیت حلم اور صلحکاری تھی اُسکی طبیعت ایسی حلیم اور سلیم تھی کہ لوگوں میں اُس کا حلم بطور مثال کے مشہور ہو گیا چنانچہ یہود میں ایک مثال ہے جس کا ترجمہ یہ ہے ”آدمی کو ہمیشہ ہلل کی طرح حلیم اور بردبار ہونا چاہیئے اور شمائی کی طرح گرم مزاج نہیں ہونا چاہیئے“ (شمائی ہلل کا مخالف تھا) جیوئش انسائیکلوپیڈیا کے لائق مصنف لکھتے ہیں ”ہلل کی حلیم اور بردبار طبیعت کی تشریح ایک واقعہ سے اچھی طرح ہوتی ہے۔ اور وہ واقعہ یہ ہے کہ دو آدمیوں نے باہم اس امر پر شرط باندھی کہ ہلل غضب میں آسکتا ہے یا نہیں۔ انہوں نے اُس کو بہت بھڑکانے کی کوشش کی اور اُسکے بابلی الاصل ہونے پر اُسکو طعنہ بھی دیا مگر وہ اپنی کوشش میں کامیاب نہ ہوئے“۔ ہلل کی نسبت مشہور ہے کہ وہ کہا کرتا تھا کہ میرا حلم میری بڑائی ہے اور میری بڑائی میرا حلم ہے۔ ہلل کا قول ہے کہ ہمیں امن پسندی۔ خلقِ خدا کی محبت اور دنیا کو شریعت کی تعلیم دینے میں حضرت ہارون علیہ السلام کے نمونہ پر چلنا چاہیئے۔ جیوئش انسائیکلوپیڈیا میں لکھا ہے ”ہلل کے مذہب میں نوع انسان سے محبت کرنا تمام اسرائیلی تعلیم کا مغز اور خلاصہ تھا۔ ایک دفعہ ایک غیر یہودی شخص نے جو یہودی مذہب اختیار کرنا چاہتا تھا ہلل سے سوال کیا کہ مجھے یہودی مذہب کا خلاصہ چند لفظوں میں بتا دو۔ ہلل نے جواب دیا یہودی مذہب کا خلاصہ یہ ہے کہ جو بات تجھے خود ناپسند ہے وہ تجھے دوسرے بنی نوع انسانوں سے بھی نہیں کرنی چاہیئے۔ یہ شریعت کا اصل ہے باقی سب اسکی تفسیر ہے۔ اس طرح ہلل نے اسرائیلی مذہب کا اصل الاصول اُس تعلیم کو قرار دیا جو کتاب احبار باب ۱۹ ورس ۱۸ میں لکھی ہے اور وہ تعلیم اس طرح ہے ”تو اپنی قوم کے فرزندوں

سے بدلا مت لے اور نہ اُن کی طرف سے کینہ رکھ بلکہ تُو اپنے بھائی کو اپنی مانند پیار کر میں خداوند ہوں۔"

یہی تعلیم پولوس نے دی جو ہلل کے پوتے گیملیل کا شاگرد تھا۔ ملاحظہ ہو گلیتیون باب ۵ ورس ۱۴۔ رومیوں باب ۱۳ ورس ۸ اور اسی تعلیم کا وعظ یسوع نے کیا جبکہ اُس نے بیان کیا کہ اپنے پڑوسی سے محبت کرنا دوسرا بڑا حکم ہے جبکہ خدائے تعالیٰ سے محبت کرنا پہلا حکم ہے۔

اس بات کے ماننے میں کچھ شک نہیں ہو سکتا۔ کہ جو جواب ہلل نے اس نو مرید کو دیا اور جواب تک بابلی تالمود میں موجود ہے وہ فلسطین میں عام طور پر شہرت رکھتا تھا اور مسیحی مذہب کے بانی پر اُس کا ضرور اثر ہوا۔ یعنی یسوع نے اپنا سنہری اصل ہلل کے قول سے ہی اخذ کیا۔

سنہری اصل کی اصلیت پر بحث کرتے ہوئے نیو یارک امریکہ کا اخبار ٹروتھ سیکر لکھتا ہے۔ "سنہری اصل کا اصلی منبع درحقیقت غیر اسرائیلی لوگ ہیں اگرچہ ہلل یہودی بھی اس اصل سے آگاہی رکھتا تھا جو سنہ ۱۰ عیسوی میں فوت ہُوا۔

ڈبلیو سٹوارٹ اپنی کتاب گاڈ اینڈ ہز بُک میں میور کی کتاب ریلجس اینڈ مارل سینٹیمنٹس فرام سنسکرت رائیٹرس (سنسکرت مصنفین کے مذہبی و اخلاقی خیالات) کے حوالہ سے ہندوؤں کی ایک پُرانی کتاب پنچاتنتر میں سے مندرجہ ذیل قول نقل کرتا ہے "دوسروں سے ایسا سلوک نہ کر جو تجھے اپنے لئے قابل نفرت معلوم ہوتا ہے۔"

مسیح سے پانسو (۵۰۰) سال پہلے کانفیوشس کے زمانہ میں یہ قاعدہ مندرجہ ذیل شکل میں مشہور تھا اور کانفیوشس نے ..... تاہی اد کے چوبیسویں پند میں اسکو لکھا ہے "دوسرے آدمی سے وہی سلوک کرو جو تم چاہتے ہو کہ وہ تمھارے ساتھ کرے اور دوسرے آدمی سے ایسا سلوک نہ کرو جو تم اپنے لئے پسند نہیں کرتے۔"

جب وُو ٹنگ فنگ (جو کہ چینی مدبران ملک میں ایک مشہور شخص ہے) چند سال ہوئے نیو یارک میں آیا تو اس نے ایک لیکچر میں بیان کیا کہ جس کو تم لوگ سنہری اصل کہتے ہو وہ ہمارے

ملک میں عام طور پر ایسے لوگوں میں مشہور ہے جو کہ مسیحیت کے نام سے بھی ناآشنا ہیں اور وہ اس قاعدہ کو ایسا ہی اچھی طرح جانتے ہیں جیسا کہ تم لوگ جانتے ہو۔

میکسمولر نے رگ وید کا ترجمہ کرتے ہوئے اس قاعدہ کو رگ وید میں پایا اور یہ ایک ایسی کتاب ہے جو تمام محققوں کے نزدیک پرانے عہدنامہ سے بھی زیادہ پرانی ہے۔

سنہری اصل کے ینابیع کی تلاش کرنیوالوں نے اس کے سرچشموں کی مندرجہ ذیل فہرست تیار کی ہے۔

(۱) کانفیوشس کا سنہری اصل ۵۰۰ سال قبل مسیح "دوسرے آدمی سے ایسا سلوک کرو جو تم چاہتے ہو کہ وہ تمھارے ساتھ کرے۔ اور دوسرے آدمی سے ایسا سلوک نہ کرو جو تم اپنے لیئے پسند نہیں کرتے تجھے صرف اس قاعدہ کی ضرورت ہے۔ یہ باقی تمام قواعد کی بنیاد ہے۔"

(۲) ارسطو کا سنہری اصل ۳۸۵ سال قبل مسیح "ہمیں دوسروں سے ایسا برتاؤ کرنا چاہیئے جیسا ہم چاہتے ہیں کہ وہ ہمارے ساتھ برتاؤ کریں۔"

(۳) پٹےکس کا سنہری اصل ۶۵۰ سال قبل مسیح "اپنے پڑوسی کے متعلق کوئی ایسا کام نہ کرو جو تم خود اس کی طرف سے برا مناؤ گے۔"

(۴) یونانی حکیم تھیلیز کا سنہری اصل ۴۶۴ سال قبل مسیح "ایسا کام کرنے سے پرہیز کرو جس کی وجہ سے تم دوسروں کو ملامت کرو گے۔"

(۵) سقراط کا سنہری اصل ۳۹۹ سال قبل مسیح۔ "دوسروں کے متعلق ایسا کام کرو جو تم چاہتے ہو کہ وہ تمھارے ساتھ کریں۔"

(۶) یونانی حکیم ارس ٹیپس کا سنہری اصل ۳۶۵ سال قبل مسیح "باہم ایکدوسرے کے ساتھ فیاضی کرو۔ اس سے تم دوسرے کی بھلائی کے ایسے ہی خواہشمند ہو گے جیسے اپنی بھلائی کے۔"

(۷) فیثاغورس کے پیرو سیکس ٹس کا سنہری اصل ۴۰۶ سال قبل مسیح۔ "جیسا تم چاہتے ہو کہ تمھارے پڑوسی تمھارے حق میں ہوں ویسا ہی تم انکے حق میں ہو۔"

(۸) ہلل کا سنہری اصل ۵۰ سال قبل مسیح "جس بات کو تم خود ناپسند کرتے ہو وہ اپنے بنی نوع انسانوں سے نہ کرو۔"

اخبار ٹرو تھ سیکر سنہری اصل کے مندرجہ بالا آٹھ

ماہوار رپورٹ صیغہ جات صدر انجمن احمدیہ قادیان بابت ماہ جون ۱۹۱۲ء

ایک لاکھ کی تحریک

میں دیکھتا ہوں کہ چندہ تعمیر کی فہرستیں آنے کی رفتار کچھ نرم پڑ گئی ہے۔ حالانکہ وقت تنگ اور کام بہت ہے۔ اور اگر ہمت اور اخلاص سے کام نہ لیا گیا تو کام میں تاخیر ہو جاوے گی بلکہ اس کے لیئے ضرورت ہے کہ اوّل مستعدی سے فہرستیں تیار کریں پھر اس سے زیادہ مستعدی سے روپیہ وصول کر کے بھجوایا جاوے۔ یہ کام تو خدا نے کرنے ہی ہیں اور ہو کر ہی رہیں گے مگر خدا کرے کہ ان میں کوشش کرنے والے اور حصہ لینے والے ہم ہی ہوں۔ آپ لوگ دیکھ لیں گے کہ جیسے خدا کے فضل سے جنگل میں بورڈنگ کی عظیم الشان عمارت کھڑی ہو گئی ویسے ہی انشاء اللہ یہ عمارت بھی تیار ہو جاوے گی۔ آپ لوگوں کو اپنی کوششوں کو جاری رکھنا چاہیئے۔ اور جہاں فہرستیں تیار نہیں کی گئی ہیں وہاں جلد تیار کر کے بھیجی جاویں اور جہاں تیار ہو گئی ہیں وہاں وصولی روپیہ کا باقاعدہ کام ہوتے رہنا چاہیئے۔ ماہ جون میں چندہ تعمیر کا جو روپیہ آیا وہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ یہ امر کسقدر افسوس سے دیکھا جاوے گا کہ بجائے اس کے کہ جون میں مئی کی نسبت رفتار تیز ہوتی اس ماہ میں گذشتہ ماہ کے دو تہائی سے بھی کم روپیہ آیا۔

نام معطی	رقم	نام معطی	رقم
سیدنا در علی شاہ صاحب سب رجسٹرار چکوال	۱۰ر	اہلیہ سید حسن شاہ صاحب معرفت سید محمد اشرف صاحب ہیڈ کلرک انسپکٹر مدارس راولپنڈی	صہ ۱۰ر
محمد الدین صاحب سب اسسٹنٹ سرجن امپریل سروس الور	صہ ر	جماعت مردان	للعہ ۱۳ر
جماعت قادیان معرفت دفتر سکرٹری وغیرہ	للعہ ۳ر	چودھری احمد الدین صاحب گجرات	صہ ر
سید تاج شاہ صاحب صوبیدار موضع گھیڑ	عہ	ڈاکٹر سید جلال صاحب براہ افریقہ	صہ ر
بابو عطاء اللہ صاحب ریلوے گارڈ ملک وال	عمہ	مولوی محمد حسین صاحب پرجیت پور	سے ر
احمد حسین سپاہی	عہ ر	مرزا علی بخش صاحب	عہ ر
منشی عنایت علی خانصاحب قانونگو مردان پور پٹیالہ	عہ	منشی کریم اللہ صاحب مہاراج باغ ناگپور	صہ ر
میاں بہادر علی صاحب	عہ ر	جماعت بہادل پور	عہ ر

نام	رقم	نام	رقم
میاں امام علی صاحب مردان پور پٹیالہ	عا/	ڈاکٹر غلام دستگیر صاحب مچینہ	للعہ
میاں نور الٰہی صاحب "	عا	میاں محمد الدین صاحب گوبیکے	عہ/
جماعت پشاور	۱۸ صہ ۵/	مولوی ابو الحمید صاحب حیدرآباد دکن	عہ
بابو غلام الدین صاحب ہیڈ ماسٹر قلعہ دیدار سنگھ	صہ/	حافظ فتح الدین صاحب مرار	۱
بابو احمد الدین صاحب سٹیشن ماسٹر کھیوڑہ وال	صہ/	خواجہ بشیر الدین احمد صاحب ارموڑا	عا/
میاں مراد بخش صاحب معرفت لفٹننٹ الٰہی صاحب چھپالیاز	۸/	جماعت گوجرہ	صہ/
چودھری احمد خان صاحب ڈاکو بی بنشر خوابیہ اذ منع	صے	چودھری خوشی محمد صاحب گوندل	صہ/
جماعت منی پور معرفت مولوی غلام امام عزیز الواعظین	صہ	منشی عبد الخالق صاحب مظفرگڑھ	عا ۱۲/
جماعت لکھنؤ	[illegible]	منشی ولی محمد صاحب ہیڈ کنسٹبل گھیانہ	عا/
جماعت بمبئی	للعہ	منشی نعمت اللہ خان صاحب ریاست خیرپور میرس سندھ	سہ
عبد اللہ خان صاحب موضع ڈمرکنڈ ڈاکخانہ کراک ضلع کوہاٹ	عا	جماعت شادیوال گجرات	للوعہ
جماعت ٹیری	للعہ	جماعت ہوشیارپور	ۅعہ
جماعت ڈنگہ	صہ/	جماعت کریم پور	للوعہ ۱۲/
منشی برکت علی صاحب معرفت میاں چراغ الدین صاحب	للوعہ	سید صادق حسین صاحب اٹاوہ	عہ
نذیر احمد صاحب سراج منزل لاہور	عہ	جماعت فیروزپور	ساعہ
جماعت بنگہ	سہ ۶/	جماعت سیالکوٹ معرفت مرزا حاکم بیگ صاحب	ۅعہ
جماعت حصار	اوعہ عہ	جماعت ملتان معرفت منشی سربلند صاحب	اسہ
بابو نور محمد صاحب محافظ دفتر پولیٹیکل ایجنٹ گلگت	سہ	بابو جعفر خان صاحب پانیدہا	عہ/
جماعت میرٹھ	للعہ	نواب خان صاحب یتاجون	صہ/
اہلیہ محمد اشرف صاحب ہیڈ کلرک انسپکٹر مدارس راولپنڈی	بہعہ ۲/	جماعت ہانگ کانگ	بہعہ ۹/
معرفت میاں محمد حسن واعظ	للو/	جماعت شملہ	اعہ
جماعت کراچی	صہ ۳/	جماعت کوہاٹ	بہعہ ۸/
منشی کریم بخش صاحب سرہند	عہ/	ماسٹر محمد علی اسسٹنٹ ہیڈ ماسٹر چاٹگانگ	صہ/

نیاز احمد صاحب کمپونڈر پاک پٹن	لعہ	جماعت گوجرانوالہ	لعہ
جماعت رسول پور ضلع گجرات	صعہ	جماعت دلاور پور مونگھیر	۸/ عہ
جماعت چکوال ضلع جہلم	ما ر	جماعت میانوالی معرفت ڈاکٹر	
محمد سعید صاحب بھاگلپور	۱۱/ عہ	بشارت احمد صاحب	اصہ
نقیر شاہ صاحب کانپور	صہ ر	میزان کل ۱۱۱ لعہ	
منشی عبد الرحمن صاحب دیوبہ پٹیالہ	۔ ہے	۳ - ۲ - ۲۸۷۳	

ایسا ہی وعدہ چندہ تعمیر کی جو فہرستیں تیار ہو کر پہنچی ہیں وہ بھی ذیل میں درج کی جاتی ہیں ٭

فہرست وعدہ چندہ تعمیر مدرسہ ہائی انجمن احمدیہ پشاور

(۱) عبد اللہ خان صاحب ما ر (۲) شیخ فضل الٰہی صاحب صہ (۳) مرزا عبد اللہ خان صاحب دعہ (۴) مرزا دلاور خان صاحب صعہ (۵) قاضی محمد یوسف صاحب صعہ (۶) میاں امام دین صاحب صمہ ر (۷) مرزا رمضان علی صاحب صعہ (۸) صاحبزادہ سیف الرحمن صاحب صعہ (۹) عبد المنان صاحب عہ (۱۰) بابو فیروز الدین صاحب نامعلوم (۱۱) مرزا نذر علی صاحب صہ (۱۲) بابو نصرت علی صاحب دعہ (۱۳) بابو فضل کریم صاحب عہ (۱۴) ڈاکٹر حسن علی صاحب للعہ (۱۵) ڈاکٹر محمد دین صاحب صہ (۱۶) شیخ مشتاق حسین صاحب ما (۱۷) آقا لعل شاہ صاحب للعہ (۱۸) محمد آصف خان صاحب عہ (۱۹) مولوی مختار علی صاحب صمہ ر (۲۰) مستری میاں محمد علی صاحب للعہ ر (۲۱) نذر احمد صاحب صمہ ر (۲۲) نور احمد صاحب عا ر (۲۳) میاں غلام محی الدین عبد السلام عہ ر (۲۴) حیات گل صاحب صمہ ر (۲۵) فضل قادر صاحب صمہ ر (۲۶) محمد ایوب صاحب صہ (۲۷) احمد گل صاحب ۸/ عا (۲۸) حمید اللہ صاحب صمہ ر (۲۹) میاں پیر محمد صاحب ۸/ عا (۳۰) یوسف علی صاحب صہ (۳۱) نجمل خان صاحب صہ (۳۲) محمد شریف خان شیخ محمد صاحب عہ ر (۳۳) سید لعل شاہ صاحب جگر عہ (۳۴) میاں محمد صاحب صمہ ر (۳۵) میر مدثر شاہ صاحب عہ ر (۳۶) میاں محمد زمان صاحب مہ ر (۳۷) خانصاحب مولوی غلام حسن صاحب ما ر (۳۸) عبد الکریم خان صاحب عہ (۳۹) شیخ ہدایت اللہ صاحب عہ (۴۱) ڈاکٹر نور الحسن صاحب ما ر (۴۲) منشی گلاب خان صاحب صعہ (۴۳) شیخ احمد علی صاحب لعہ (۴۴) شیر جنگ صمہ (۴۵) بابو غلام رسول صاحب صعہ (۴۶) جمال دین صاحب عہ ر

میزان کل ال ۱۱۱ عہ

فہرست چندہ موعودہ تعمیر فنڈ مدرسہ انجمن احمدیہ فیروز پور

(۱) منشی فرزند علی صاحب ۲۵۰ روپے (۲) اہلیہ صاحبہ منشی فرزند علی صاحب دس روپے (۳) منشی محمد فاضل صاحب ۳۵ روپے (۴) منشی اللہ بخش صاحب ۳۰ روپے (۵) منشی علی بخش صاحب ۴۰ روپے (۶) مرزا ناصر علی صاحب ۲۵۰ روپے (۷) منشی عبدالحمید صاحب ۳۰ روپے (۸) منشی افتخار الدین صاحب ۲۵ روپے (۹) بابو محمد حفیظ صاحب ۶۰ روپے (۱۰) سید محمد شاہنواز صاحب ۸ آنہ ۱۷ روپے (۱۱) منشی محمد صدیق صاحب ۱۵ روپے (۱۲) منشی محمد نواز صاحب ۹ روپے (۱۳) منشی عبداللہ خان صاحب ۸ روپے (۱۴) منشی ننھے خان صاحب ۱۰ روپے (۱۵) منشی محمد خان صاحب ۱۵ روپے (۱۶) منشی محمد اسمٰعیل صاحب ۵۵ روپے (۱۷) بابو الٰہی بخش صاحب ۴۱ روپے (۱۸) میاں غلام رسول صاحب ۱۵۰ روپے (۱۹) شیخ محمد صادق صاحب ۶۰ روپے (۲۰) چودھری فتح محمد صاحب ۱۰۰ روپے (۲۱) شیخ دیوان احمد صاحب ۱۶ روپے (۲۲) شیخ دین محمد صاحب ۸ روپے (۲۳) سید علی احمد صاحب ۸ روپے (۲۴) منشی غلام محی الدین صاحب ۲۵ روپے (۲۵) میاں عبدالکریم صاحب ۱ روپے ۔ کل میزان ۱۲۱۱ روپے ۸ آنہ

فہرست وعدہ چندہ تعمیر مدرسہ ہائی ۔ انجمن احمدیہ ملتان

میاں اللہ بخش صاحب عسہ مولوی بدرالدین صاحب مدرس للوعسہ اہلیہ مولوی بدرالدین صاحب عہ ۔ مولوی الٰہی بخش صاحب عسہ میاں نور محمد صاحب عسہ منشی سربلند صاحب عسہ میاں عبداللہ صاحب صہ ۔ میاں کریم بخش صاحب سے ۔ میاں محمد یار صاحب سے ۔ منشی مہرالدین صاحب عہ ۔ منشی گوہر علی صاحب عہ ۔ کل میزان ۱۱۰ عہ ۔

فہرست وعدہ چندہ تعمیر مدرسہ ہائی ۔ انجمن احمدیہ ہانگ کانگ

ملک چین

غلام مجتبیٰ صاحب ۵۱ ڈالر ۔ الٰہی بخش صاحب ۲۸ ڈالر ۔ فتح محمد صاحب ۲۵ ڈالر ۔ محمد یوسف صاحب ۲۳ ڈالر محمد شریف صاحب ۲۶ ڈالر

غلام محمد صاحب مدرس ہمبراں ضلع لدھیانہ تنخواہ للوعسہ وعدہ مسہ

فہرست موعودہ چندہ تعمیر منجانب جماعت ٹیری ضلع کوہاٹ

شیخ نور گل صاحب عہ شیخ عجب گل صاحب عہ ر شیخ نور محمد صاحب عہ ر حضرت مولنا مولویصاحب احمد گل صاحب ، مولوی حبیب اللہ صاحب عہ ر نور شیخ عاشق جان عہ ر شیرزمان عہ ر عبدالستار عہ ر

محمد صغیر صاحب احمدی ساکن ڈنگہ عہ - حافظ کرم الدین صاحب احمدی ساکن ڈنگہ عہ ر نورالدین صاحب احمدی ساکن ڈنگہ عہ ر

اس کے بعد حسب معمول صیغوں کی رپورٹ درج کی جاتی ہے ؛

۱- **صیغہ یتامیٰ** - ماہ جون کے اخیر اس مد کا قرضہ اتر گیا ہے - اور اب اس بات کی ضرورت ہے کہ احباب یتامیٰ کے اخراجات کا خیال رکھیں تا آئندہ قرضہ نہ ہونے پائے - اس ماہ میں ذیل کی رقوم دس یا اس سے زائد پہنچی ہیں اور باقی رقوم دس کے اندر اندر ہیں حاجی امیر دین صاحب لدھیانہ عہ - جماعت گجرات ۱۲ - حیات محمد آباد کار چک ۱۷ سرگودہ عہ - نواب محمد علی خان صاحب عہ - مولوی غلام حسین صاحب بھیرہ یک صد روپیہ - جماعت فیروزپور ۱۲ - جماعت لاہور ۱۳ - میاں محمد صاحب معرفت اختر علی صاحب انسپکٹر ۱۰ بابو امام الدین صاحب پنشنر سب اوورسیر بھیرہ عہ - مستری بہادر معرفت بابو امام الدین صاحب ۱۰ ؛

۲- **صیغہ زکوٰۃ** - اس ماہ زکوٰۃ کی آمد ۱۸۹ اور خرچ ۱۳۹ ہے - اور مدت سے یہی رفتار آمد و خرچ کی چلی آرہی ہے - ذی استطاعت احباب کو اس طرف توجہ کرنی چاہیئے - کہ جن کے ذمہ زکوٰۃ ادا کرنی ہو وہ بجائے اپنی اپنی جگہ علیحدہ علیحدہ خرچ کرنیکے یہاں زکوٰۃ کا روپیہ بھجوایا کریں - تا جو ضروری اخراجات نومسلموں - مساکین اور مسافروں کی امداد کیلئے کیئے جاتے ہیں وہ پورے ہوتے رہیں - بہ نسبت باہر کے یہاں یہ روپیہ برمحل اور مستحقین کو دیا جاتا ہے - اس کے متعلق سکرٹری صاحبان بیرونی انجمنہائے کیخدمت میں علیحدہ سرکلر بھی بھیجا جائیگا - امید کیجاتی ہے کہ انشاء اللہ توجہ سے کام لیا جاوے گا ؛

۳- صیغہ اشاعت اسلام - ماہ جون کے آخر خریداران ریویو اُردو میں ۲۲ کی انگریزی اور تفسیر القرآن میں ایک ایک کی بیشی ہوئی۔ جماعت فیروز پور نے ۱۴ اور میاں غلام محمد صاحب ساکن موضع کھگہ ضلع ملتان نے ۵ نئے خریدار دیئے ؛

۴- صیغہ تعلیم - آمد ۰-۵-۱۳۰۲ اور بالمقابل خرچ ۰-۰-۱۳۰۰-۹۴۱ ہُوا- تعداد طلباء ہائی سکول ۳۲۲ گرلز سکول ۴۵- فیض اللہ چک ۵۶ اور تلونڈی اندازاً ۶۰ ہے بورڈر ۱۵۰ ہیں گذشتہ ماہ سے ترقی ہے- امتحان انٹرنس میں ۱۹ میں سے ۱۰ طلباء کامیاب ہوئے ایک زیر تجویز ہے- آمد میں بذریعہ چندہ سا؏ کی رقم آئی ؛

۵- دفتر محاسب - انجمن کی ہر ایک قسم کی آمد اس ماہ میں ۷-۵-۱۲۷۷ ہوئی اور خرچ ۹-۶-۸۱۹۱ ہُوا- ماہ رجب میں جیسے امید زکوٰۃ کے آنے کی تھی اسقدر نہیں آئی- اور چندہ تعمیر کا روپیہ بھی گذشتہ ماہ سے کم آیا ہے- احباب توجہ کریں ؛

محمد علی سکرٹری صدر انجمن احمدیہ قادیان

ریویو

صراط مستقیم - یہ وہ لیکچر ہے جو جناب مفتی محمد دین صاحب وکیل گجرات نے ۵- اپریل سنہ ۱۹۱۲ء کو انجمن حمایت اسلام کے سالانہ جلسہ کے موقعہ پر دیا- چونکہ یہ لیکچر حاضرین میں بہت مقبول ہُوا اس لئے احباب کے استدعا پر جناب مفتی محمد دین صاحب نے اس کو رسالہ کی شکل میں شائع کیا ہے اس رسالہ کی بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں صرف آیات قرآنی کے ذریعہ یہ دکھایا گیا ہے کہ صراط مستقیم کیا ہے- اُس کے حصول کے طریق کیا ہیں اور اس کی پیروی سے کیا فوائد مترتب ہوتے ہیں- آخر میں خلافت کو صراط مستقیم کا نتیجہ ثابت کیا ہے اور مسلمانوں کو اُنکے ظاہری اور باطنی زوال کی طرف متوجہ کیا ہے بدر لکھتا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح نے اس کتاب کی نسبت فرمایا ہے کہ "بہت ہی عمدہ ہے- بہت ہی پسندیدہ ہے آیات قرآنی سے مدلّل ہے- البتہ اس کتاب میں شیطان سے جو مراد ملکہ فطری لیا گیا ہے یہ بات کتاب اللہ- قول رسول ؐ اور اقوال ائمہ سے ثابت نہیں" ملنے کا پتہ شیخ غلام رسول صاحب جنرل مرچنٹ گجرات- قیمت فی نسخہ ۲ر

اظہار حق } اس کتاب میں بڑی وضاحت کے ساتھ حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح اور اقوال سے جو گرنتھ صاحب جنم ساکھی تواریخ خالصہ اور سکھوں کی دیگر مستند کتابوں سے لیئے گئے ہیں اور جن کے جا بجا مفصل حوالے بھی دیئے گئے ہیں۔ یہ ثابت کیا گیا ہے کہ باوا صاحب ہندوؤں کے عقائد سے بالکل بیزار تھے۔ مورتی پوجا مسئلہ چھوت چھات۔ تیرتھوں۔ رسم جنئو اور تناسخ وغیرہ کا کھنڈن یعنی رد کرتے تھے۔ اسلام کے مشہور اولیاء کرام کے مقابر پر فیض حاصل کرنے کے لیئے چلہ کشی کرتے رہے۔ عقائد اسلام کے پورے پابند تھے۔ تین سال اس کتاب کو شائع ہوئے ہو گئے ہیں۔ مگر اب تک کسی ہندو یا سکھ کو اس کا جواب لکھنے کی طاقت نہیں ہوئی۔ جن صاحبوں کو سکھ مذہب کی تحقیق یا باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح پڑھنے کا شوق ہو یا جن احباب کو سکھوں کے ساتھ کبھی بات چیت کرنے کا موقعہ ملتا ہو وہ ضرور یہ کتاب پڑھیں۔ شیخ محمد یوسف صاحب نو مسلم۔ ایڈیٹر نور کی تحقیقات سکھ مذہب کے متعلق جس قدر وسیع ہے ہمارے اکثر احباب سے پوشیدہ نہیں یہ کتاب شیخ صاحب کی محنت اور جانفشانی کا نتیجہ اور عجیب معلومات کا ذخیرہ ہے جس کی خوبی دیکھنے پر منحصر ہے۔ خالصہ قوم میں تبلیغ کا بھی بڑا عمدہ ذریعہ ہے۔ تقریباً دو سو صفحہ کی کتاب ہے مگر قیمت محض تبلیغ اور اشاعت کی غرض سے بہت کم یعنی صرف ۵ر ہے۔

ملنے کا پتہ **منیجر میگزین۔ قادیان ضلع گورداسپور**

پارہ عم مترجم :- چونکہ عموماً مسلمان قرآن شریف کی آخری سورتیں نماز میں پڑھتے ہیں اور یہ صاف ظاہر ہے کہ صرف عربی عبارت ناظرہ یا حفظ پڑھ لینے اور مطلب نہ سمجھنے سے دل میں خشوع خضوع نہیں پیدا ہوتا۔ اور اسی لیئے نمازی وعدہ الٰہی کہ ان الصلوٰۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر کے نیچے نہیں آتا۔ اس لیئے ہر ایک مومن مسلمان پر لازمی ہے کہ کم سے کم آخری پارہ کو با ترجمہ پڑھ لے اور حفظ کرے۔ اور اپنے بچوں کو بھی پڑھائے اور حفظ کروائے۔ ہمارے پاس پارہ عم مترجم موٹے کاغذ پر عمدہ خوشخط صحیح چھپے ہوئے موجود ہیں۔ ہدیہ صرف ۳ر ہے۔ شائقین **منیجر میگزین۔ قادیان ضلع گورداسپور** سے طلب کریں۔

ٹیچنگز آف اسلام

یعنی انگریزی ترجمہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود کے اس عظیم الشان لیکچر کا جو ۱۸۹۶ء کے جلسہ مذاہب لاہور میں چار پانچ ہزار کے مجمع میں پڑھا گیا تھا اور نہایت ہی دلچسپی اور قبولیت سے پبلک نے سنا۔ اس لیکچر میں مصنف موصوف نے اسلام کو نہایت ہی احسن پیرایہ میں صرف قرآن شریف سے استنباط کرکے بیان فرمایا ہے۔ اور تمام اعتراضات جو بڑے بڑے مخالفین و معاندین اسلام بڑی تحدی اور زور سے کرتے رہے یا اب کرتے ہیں۔ نہایت ہی سنجیدگی اور لطافت سے انکے جوابات اصولی طور پر بیان فرمائے ہیں جن سے خواہ کیسا ہی متعصب اور زود رنج مخالف کیوں نہ ہو کبیدہ خاطر نہیں ہوسکتا بلکہ سوائے سکوت کے اور کوئی جواب بھی پیش نہیں کرسکے گا اور ایک شریف الطبع اور حق جو مخالف اسلام کو سوائے سر تسلیم خم کرنے کے اور کوئی چارہ نہیں ہوسکتا:

بڑی خوبی اور لطافت جو اس مضمون کو خاص فوقیت اور یکتائی دے رہی ہے یہ ہے کہ اوّل اس مضمون کو خدا تعالیٰ کی کتاب یعنی قرآن کریم سے بیان کیا گیا ہے۔ دوم اس مضمون میں باوجود اعتراضوں کا جواب دینے اور دوسرے مذاہب کا تذکرہ کرنیکے کسی قسم کی اشارۃً یا کنایۃً زد نہیں کی گئی۔ بلکہ صرف اسلام کی سچی فلاسفی اور خوبیاں پبلک کے کانوں تک پہنچانیکی کوشش کی گئی ہے۔ اور توحید باری تعالیٰ اور رسالت مآب صلعم کی صداقت بیان کیگئی ہے چونکہ حضرت مسیح موعودؑ کی بے نظیر تصنیفات اور تالیفات میں یہ ایک ایسا مضمون ہے جسمیں مکمل اور مختصر طور پر اسلام کی صداقت بیان کیگئی ہے اسلیئے پبلک کے دینی اور روحانی فائدہ کو مدِ نظر رکھکر اور تبلیغ اسلام کا بڑا ذریعہ سمجھکر اسکو انگریزی زبان میں ترجمہ کرکے ولایت میں چھپوایا گیا ہے اور اسکی بہت سی کاپیاں ولایت اور دیگر بلاد یورپ اور امریکہ جاپان وغیرہ میں مفت تقسیم کیگئی ہیں۔ اور کچھ کاپیاں فروخت کیلئے بھی منگوالی گئی ہیں۔ یہ کتاب اس قابل ہے کہ ہر ایک انگریزی خوان مسلمان کے ہاتھ میں ہو۔ احباب خود بھی خریدیں اور تبلیغ اسلام کیلئے چند کاپیاں خرید کر مفت تقسیم کریں اسکا اجر اللہ تعالیٰ سے لیں قیمت بغرض توسیع اشاعت باوجود دو سو صفحہ اور عمدہ ولایتی کاغذ اور خوبصورت جلد کے بہت ہی تھوڑی رکھی ہے یعنی مجلد کی عہ اور بیجلد کی ۱۲؍ علاوہ محصولڈاک جو صاحب منگوانا چاہیں دفتر ریویو آف ریلیجنز قادیان ضلع گورداسپور سے منگوالیں

مطبع میگزین قادیان میں ماسٹر فقیر اللہ اسسٹنٹ منیجر میگزین کے اہتمام سے طبع ہوا۔